International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp:471 - 500

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

اردو تفسیری ادب میں اختصار فی التفسیر: امتیازات، اقسام، اسباب، اصول، فوائد اور نقائص کا جامع جائزہ

A Comprehensive Review of Conciseness in Tafsir in Urdu Exegetical Literature: Distinctions, Types, Causes, Principles, Benefits, and Drawbacks

Hafiz Furqan Abbas
PhD. Scholar, SZIC, University of the Punjab, Lahore

Abstract

This paper delves into the concept of conciseness (Ikhtisar) in the realm of Tafsir (exegesis) within Urdu exegetical literature. Conciseness in Tafsir refers to the practice of summarizing and simplifying complex exegeses to make them more accessible to readers. This tradition encompasses various forms such as summarizing hadiths within Tafsir books, abbreviating Quranic verses, and condensing certain phrases and names .The paper distinguishes between conciseness and related concepts like abridgment (Takhlees), refinement (Tahzib), selection (Intiqaa), and extraction (Istisfaa). Each term has its unique nuances and application within the exegetical tradition. The study highlights the historical and theoretical background of conciseness in Tafsir, outlining its different manifestations and the roles of those who engage in this practice .Key principles and rules governing conciseness in Tafsir are discussed, emphasizing the religious, cultural, and social reasons behind this practice. The benefits of conciseness, such as enhanced comprehension and easier dissemination of knowledge, are balanced against potential drawbacks, including the risk of oversimplification and loss of nuanced understanding. The paper also explores the views of scholars who support or oppose conciseness in Tafsir, providing a comprehensive overview of the debate. This examination is crucial for understanding the broader implications of conciseness in religious scholarship and its impact on the interpretation and transmission of Islamic teachings.By analyzing the causes, principles, benefits, and drawbacks of conciseness in Tafsir, this paper offers a thorough understanding of its significance in Urdu exegetical literature. It underscores the importance of maintaining a balance between accessibility and preserving the depth of religious texts.

Keywords: conciseness, Tafsir, Urdu exegesis, principles, benefits

تعارف موضوع

اختصار فی التفسیر اردو تفسیری ادب کا ایک اہم موضوع ہے جس کا مقصد تفسیری متون کو مختصر اور آسان بنانا ہے تاکہ قاری کو بہتر سمجھ آ سکے۔ اس روایت میں احادیث کی تلخیص، قرآنی آیات کا اختصار، اور بعض جملوں اور اسماء کی مختصرات شامل ہیں۔ اختصار کی روایت اسلامی علمی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتی ہے جہاں علماء نے مختلف تفاسیر کو مختصر کر کے پیش کیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس مضمون میں اختصار فی التفسیر کے معنی و مفہوم، اس کی اقسام، اسباب، اصول و ضوابط، فوائد اور نقائص کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اختصار اور اس سے متعلقہ دیگر اصطلاحات جیسے تہذیب، تلخیص، انتقاء، اور استصفاء کے درمیان فرق اور امتیازات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ اختصار فی التفسیر کے اسباب میں دینی، دعوتی، تہذیبی، اور معاشرتی وجوہات شامل ہیں جن کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا ہے۔ اختصار کے فوائد میں علم کی آسانی سے فراہمی، تفاسیر کی بہتر سمجھ، اور وقت کی بچت شامل ہیں، جبکہ نقائص میں تفصیل کے ساتھ سمجھنے کی کمی اور بعض اہم نکات کا چھوٹ جانا شامل ہیں۔ علماء کے مختلف آراء کے ساتھ اس موضوع پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

اختصار کا لغوی مفہوم

اہل لغت کے ہاں اختصار: ایجاز و قلیل یعنی کسی چیز کو نہایت مختصر کرنا اور کم کرنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے، اسی طرح ضرورت سے زائد فضول اور اضافی چیزوں کو ختم کر دینے کے معانی میں بھی اہل عرب کے ہاں مستعمل ہے۔ لفظ اختصار کے لغوی معنی و مفہوم کی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

> و اختصار الكلام ايجازه، والاختصار في الكلام: أن تدع الفضول ، وتستوجز الذي يأتي على المعنى والاختصار : حذف الفضول من كل شيئ ۔[1]

اور کلام میں اختصار کا مطلب یہی ہے کہ کلام میں نہایت درجہ کا ایجاز ہو، اور یہ بھی ہے کہ کلام سے فضول چیزوں کو دور کر دیا جائے تاکہ کلام اپنے معنی و مفہوم پر نہایت کامل ایجاز کے ساتھ دلالت کرے، اور اسی طرح اختصار کا یہ بھی مفہوم ہے کہ کلام سے ہر اس چیز کو حذف کر دیا جائے جو کلام میں فضول و اضافہ کا درجہ رکھتی ہے۔

اسی طرح اختصار کے مفہوم کی توضیح کرتے ہوئے صاحب تاج العروس علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

> واختصر الكلام أوجزه، ويقال: أصل الاختصار في الطريق، ثم استعمل في الكلام مجازا. وقد فرق بعض المحققين بين الاختصاروالايجاز، فقال: الايجاز: تحرير المعنى من غيررعاية للفظ الأصل بلفظ يسيروالاختصار: تجريد اللفظ اليسيرمن اللفظ الكثيرمع بقاء المعنى ۔[2]

اس نے کلام کو مختصر کیا، اس کا مفہوم ہے کہ اس نے کلام کو اس اسلوب میں پیش کیا جس سے کلام میں نہایت درجہ کا ایجاز موجود ہے، اصولی طور پر لفظ اختصار کا اطلاق راستہ پر ہوتا ہے یعنی راہ چلتے ہوئے نہایت مختصر راستہ اختیار کرنا مگر بعد ازاں اس کو کلام کے اختصار میں بھی استعمال کیا جانے لگا۔ اور تحقیق بعض محققین ایجاز و اختصار میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایجاز یہ کہ معنی کو محرر کرنا لفظ کے اصل کی رعایت کے بغیر اس اسلوب میں کہ اس میں الفاظ نہایت ہی کم ہوں، جبکہ اختصار یہ ہے کہ کثیر الفاظ سے قلیل الفاظ کو مجرد کرنا، اس اسلوب میں معانی وو کثیر الفاظ والے ہوں۔

اسی طرح کلیات میں اختصار کے مفہوم کی توضیح اس طرح کی گئی ہے:

> اختصر الكلام: اوجزه بحذف طوله - وهو عرفا: تقليل المباني مع ابقاء المعاني، او حذف عرض الكلام، وهو جل مقصود العرب، وعليه مبنى أكثركلامهم، ومن ثمة وضعوا الضمائر لانها اخصرمن الظواهر، خصوصا ضميرالغيبة، فانه في قوله تعالى: أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ [الاحزاب: ٣٥] قام مقام عشرين ظاهرا كما قال بعض المحققين(3) -

اس نے کلام کو مختصر کیا مفہوم یہ ہے کہ اس نے نہایت ایجاز واختصار کے ساتھ کلام کی طوالت کو حذف کر دیا ہے، اور عرف عام یوں ہو گا کہ الفاظ کو اس اسلوب میں کم کر دینا کہ معانی کی کثرت اسی طرح بر قرار رہے، یا پھر کلام زائد لواحقات کو حذف کر دینا، اور یہی اہل عرب کے کلام کا مقصود ہے، اور اسی اصول پر اہل عرب کا کلام زیادہ تر مبنی ہوتا ہے، اسی وجہ سے انہوں نے اسمائے ظواہر کی جگہ پر آسمائے مضمرات کے استعمال کو ترجیح دیتے ہیں، اور بالخصوص ایجاز کے مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے غائب کی ضمیر کی وضع کی ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ:

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ[الاحزاب:۳۵]- اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت کو تیار کر رکھا ہے۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یہاں میں اسمائے ظواہر کے قائم مقام استعمال ہوئی ہے۔

ایسے ہی کشاف اصطلاحات فنون میں اختصار کا لغوی مفہوم اس اسلوب میں متعین کیا گیا ہے۔

الاختصار: بالصاد المهملة، هو عند بعض أهل العربية مرادف للايجاز، وقيل : اخص منه، لانه خاص بحذف الجمل دون الايجاز --- وقال عبد العلى البرجندى (4) في حاشية شرح الملخص (5): الايجاز: بيان المعنى المقصود باقل ما يمكن من اللفظ من غير حذف، والاختصار: عبارة عن الحذف مع قرينة تدل على خصوص المحذوف... وقد يستعمل الاختصار مرادفا للايجاز[6]) -

لفظ اختصار بعض اہل عرب کے ہاں ایجاز کا مترادف المعنی ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے خاص امفہوم ہے، کیونکہ اختصار میں جملوں کو حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ ایجاز میں ایسا نہیں ہوتا۔ اور شیخ عبد العلی البر جندی شرح ملخص میں فرماتے ہیں کہ ایجاز کا مفہوم یہ ہے کہ مقصودی معنی کو الفاظ کو حذف کیے بغیر جتنا ممکن ہو سکے ہم سے کم الفاظ میں بیان کرنا، جبکہ اختصار یہ ہے کہ معنی مقصود کو الفاظ کو حذف کرنے کے ساتھ بیان کرنا، ایسے قرینہ کی وجہ سے جو اس محذوف کی خصوصیت پر دلالت کرتا ہو، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اختصار کو ایجاز کے مترادف کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اور ایسے ہی کتاب الاشارۃ الی الایجاز میں ہے:

والاختصار هو الاقتصار على ما يدل على الغرض، مع حذف او اضمار، والعرب لا يحذفون ما لا دلالة عليه، ولا وصلة اليه، لان حذف ما لا دلالة عليه مناف لغرض وضع الكلام من الافادة والافهام، وفائدة الحذف تقليل الكلام، وتقريب معانيه الى الافهام[7])

اختصار کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جو فقط عرض پر دلالت کرتا ہو، چاہے تو یہ حذف کے ساتھ ہو یا پھر ضمائر کے استعمال کے ساتھ ہو، اور عرب ایسے اختصار کا کلام کو حذف نہیں کرتے جس کی نہ کوئی دلالت ہو اور نہ ہی کوئی اس کا صلہ ہو، کیونکہ ایسے کلام کو حذف کر دینا جس کی کوئی دلالت نہ ہو تو وہ کلام جس افادہ کے لیے وضع کیا گیا ہے اس کے منافی ہے، اور کلام میں چند الفاظ کے حذف کا فائدہ یہ ہو گا کہ کلام میں اختصار آجائے گا معانی کی تفہیم میں مقصود کا حصول ہو جائے گا۔

اہل اصطلاح کے ہاں اختصار کا اصطلاحی مفہوم

لغوی و اصطلاحی مفہوم میں ایک طرح کی مطابقت ضرور موجود ہوتی ہے یہی وجہ ہے اہل لغت اور صلحین کے ہاں اختصار کے معنی و مفہوم میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے، حسین کا ہاں بھی اختصار کے مفہوم میں قلت، ایجاز، حذف اور کمی کے معانی متحقق ہوتے ہیں، بلکہ اگر اصطلاحی تعریف سے وصف قلت و حذف، اور ایجاز کو ہٹا دیا جائے تو اس کا اصطلاحی مفہوم متعین ہی نہیں ہو سکے گا۔ اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاحب الروض المربع " کہتے ہیں:

مختصر ای موجز، وهو ما قل لفظه وكثر معناه، وعلق على ذلك صاحب الحاشية بقوله : " ويقال : تجريد اللفظ اليسير من اللفظ الكثير مع بقاء المعنى - (8)

مختصر وہ ہے جس میں ایجاز کی روشنی میں کلام کیا گیا ہو، اور مختصر وہ کلام ہوتا ہے جس میں الفاظ کم ہوں اور معانی زیادہ ہوں، اور اسی کتاب کے حاشیہ پر اس طرح موجود ہے کہ زیادہ الفاظ میں سے تھوڑے الفاظ کو منتخب کرنا، ایسی صورت میں کہ ان کا معی باقی رہے۔

اور فتح المبین ہے کہ

مختصر : قل لفظه وكثر معناه (9) ، و شرح ذلك في الحاشية بقوله: "قوله : "قل لفظه وكثر معناه، ولذلك قال بعضهم: "الكلام يختصر ليحفظ ويبسط ليفهم ، وقد اختلفت عباراتهم في تفسير المختصر مع تقارب المعنى فقيل : هو رد الكلام الى قليله مع استيفاء المعنى وتحصيله، وقيل: هو الاقلال بلا اخلال، وقيل: تكثير المعاني مع تقليل المباني، وقيل : حذف الفضول مع استيفاء الأصول، وقيل : تقليل المستكثروضم المنتشر. (10)

اور فتح المبین میں ہے کہ مختصر وہ کلام ہے جس الفاظ کم ہوں اور معانی زیادہ ہوں، اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حاشیہ میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد و مختصر کلام ہے جس کو حڑ کرنا آسان ہو اور ضبط کرنا سہل ہو تاکہ اس کی تفہیم آسانی سے ہو سکے۔ اور مختصر کی تفسیر میں مختلف عبارات میں یہ سب قریب المعنی ہیں، بعض کہتے ہیں اس سے مراد و قبیل کلام ہے جو مشکل معنی کا احاطہ بھی کرلے اور اس کے مفہوم کا حصول بھی آسانی سے حاصل ہو سکے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اختصار و قلیل الفاظ ہیں جن کی وجہ سے معنی میں کوئی خلل واقع نہ ہو، اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ کثیر معانی کا اس اسلوب میں ہونا کہ مبانی قلیل ہوں، اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ فضول چیزوں کو حذف کرنا اس انداز میں کہ معانی کے اصول باقی رہیں۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ متکثر ہونے کے اعتبار سے تو قلیل ہو اور منتشر ہونے کے لحاظ سے جامع ہو اور معنی میں اختصار کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے:

والمختصرات هي ما قل لفظها وكثر معناها " وفيه ايضًا: "الاختصار: ايجاز اللفظ مع استيفاء المعنى، وقيل: ما دل قليله على كثيره " (11) " واختصرت هذا الكتاب قال: "يعنى: قربته وقللت الفاظه واوجزته والاختصار : تقليل الشيء، فقد يكون اختصار الكتاب بتقليل مسائله، وقد يكون بتقليل الفاظه مع تأدية المعنى (12)

مختصرات وہ ہیں جن کے الفاظ قلیل ہوں اور معانی کثیر ہوں، اور اس میں یہ بھی موجود ہے کہ اختصار کہتے ہیں کہ معانی کے اکمال کے ساتھ الفاظ میں ایجاز کا ہونا اور بعض نے یہ بھی کہا ہے اختصار وہ ہوتا ہے جو اپنے وجود میں قلیل ہو مگر دلالت کے اعتبار سے کثرت پر دال ہو اور معنی میں یہ بھی ہے کہ میں نے اس کتاب کو مختصر کیا ہے یعنی اس کے الفاظ کو قلیل کر دیا ہے اس اسلوب میں کہ وہ تمام معانی کو بطور ایجاز د اختصار شامل ہے، اس معنی کے لحاظ سے اختصار کسی بھی چیز کی قلت کو کہتے ہیں تو مفہوم ہو گا کہ میں نے اس کتاب کو مسائل کے اعتبار سے مختصر کر دیا ہے، یہ اختصار الفاظ کے لحاظ سے باقی رہی بات معانی کی تو یہ ان تمام معانی کو شامل ہے۔

اسی طرح الزبیدی الاندلسی (13) اپنی کتاب مختصر العین کے مقدمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ذهبت فيه الى اختصار كتاب "العين" المنسوب الى الخليل بن احمد الفراهيدى (14)، بان تؤخذ عيونه، ويلخص لفظه، ويحذف حشوه، ويسقط فضول الكلام المتكررة فيه، لتقرب بذلك فائدته، ويسهل حفظه، ويخف على الطالب جمعه (15)

میں نے کتاب العین کے اختصار کی راہ اختیار کی ہے، وہ کتاب العین جو خلیل بن احمد الفریدی کی طرف منسوب ہے۔ میں نے چاہ کہ اس کا خلاصہ ذکر کروں، اس کے زائد الفاظ کی تصحیح کرو، اضافی الفاظ کو حذف کر دوں، کلام میں منکر

رالفاظ کو ساقط کر دینا تاکہ کلام فائدہ کے قریبہ ہو سکے اس کا ضبط وحفظ سہل ہو سکے، اور اس کا جمع کرنا طالب پر خفیف ہو جائے۔

مذکورہ تمام مصنفین کی تعبرات و تشریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل لغت اور اہل اصطلاح کے ہاں، اختصار کا مفہوم باہم قریب ہے گویا ان کی اصطلاح میں قلیل الفاظ کا کثیر معانی پر دلالت کرے، اب چاہیے یہ قلت الفاظ کے اعتبار سے ہو یا پھر یہ قلت مسائل و مباحث کے لحاظ سے ہو، ہاں البتہ اس میں معانی و مفاہیم کی تکمیلیت اور جامعیت کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہو اور یہ اپنے اختصار کے باوجود ان تمام معانی کو شامل ہو۔

اختصار، تہذیب تلخیص، انتقاء، اور استصفاء کے مابین فرق وامتیاز

متفرق علوم میں لکھی گئی اہم کتب، جن کے مصنفین کوشش کرتے ہیں کہ اپنی اپنی کتب کو طوالت سے بچاتے ہوئے اختصار سے کام لیں، اکثر کتب میں تو اصطلاح اختصار ہی استعمال ہوتی ہے مگر بعض ایسی کتب بھی ہیں جن کے مصنفین اختصار کے مفہوم کو ادا کرنے والی دیگر اصطلاحات بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً تہذیب تلخیص، انتقاء، اور استعفاء وغیرہ یہ متفرق اصطلاحات بھی اختصار کے مفہوم کو ہی متعین کرتی ہیں ذیل میں ہم ان اصطلاحات میں سے اہم اہم اصطلاحات کے مابین فرق واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اختصار و تہذیب کے درمیان فرق و امتیازیت

اگر معاجم لغویہ کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ تہذیب اور اختصار کے الفاظ باہم قریب المعنی استعمال ہوتے ہیں، کیونکہ تہذیب میں بھی نفی کی جاتی ہے اور تفقیح لامحالہ حذف کی متقاضی ہے یعنی کسی بھی چیز کی تصیح تب ہی ممکن ہے جب اس میں چند چیزوں کو حذف کر دیا جائے اور چند چیزوں کو باقی رکھا جائے، اس مفہوم کی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور افریقی کہتے ہیں:

"التهذيب كالتنقية، هذب الشيء يهذبه هذبًا، وهذبه : نقاه وأخلصه ، وقيل : أصلحه والمهذب من الرجال: المخلص النقي من العيوب (16)

اور لفظ تہذیب بھیج کی طرح ہے جس میں کسی بھی چیز کو مہذب کیا جاتا ہے یعنی اس کی تنقیح کی جاتی ہے، اس کو صاف کیا جاتا ہے، اس میں سے غیر ضروری چیزیں نکال کر خالص کیا جاتا ہے مثلاً عرب کا یہ کہنا کہ هَذَب الشيء يهذبه هَذبًا، وهذبه: اس کا مطلب یہی ہے کہ انہوں نے کلام سے غیر ضروری اضافات وزوائد حذف کر کے ملخص و مہذب کر دیا ہے، اسی طرح بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ تہذیب کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی بھی چیز کو درست کرنا، صاف و فتح کرنا، مہذب و شائستہ بنانا، زوائد و نقائص سے پاک کرنا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ انسان مہذب یافتہ ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ نقائص و عیوب سے پاک ہے۔

اسی طرح تاج العروس میں بھی علامہ زبیدی اس کے مفہوم کی تنقیح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اصل التهذيب والهذب تنقية الاشجار بقطع الاطراف تزيد نموا وحسنا ، ثم استعملوه في تنقية كل شيءو اصلاحه وتخليصه من الشوائب، حتى صار حقيقة عرقية في ذلک۔ (17)

تہذیب اور حذب کا لفظ بنیادی طور پر درختوں کے اطراف کو کاٹ کر ان کی اصلاح کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا تھا، تاکہ ان زوائد و اطراف کے کٹ جانے کی وجہ سے ان میں اچھی طرح نشوونما ہو سکے، پھر یہ لفظ ہر اس چیز میں استعمال ہونے لگ گیا جس کی تنقیح، اصلاح کی جارہی ہو اور اس کو گھاٹیوں سے صاف کیا جارہا ہو، بلکہ یہ لفظ اب اس مفہوم ہے حقیقی طور پر استعمال ہوتا ہے۔

اب سوال رہ جاتا ہے کہ مصنفین کتب کے ہاں تہذیب کا مفہوم کیا ہے، کیا ان کے نزدیک تہذیب کا یہی مفہوم معتبر ہے یا پھر اس میں کوئی کمی و بیشی کا بھی احتمال ہے۔ اس حوالہ سے گزارش ہے مصنفین کے ہاں بھی تہذیب الکتاب کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ کتاب کی تصحیح کی جائے، اس سے

غیر ضروری چیزوں کو جدا کیا جائے، زوائد و اضافہ جات سے اس کو الگ کیا جائے، اور اختصار کا بھی یہی مفہوم ہے لیکن دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اختصار میں الفاظ کم ہوتے ہیں اور معانی زیادہ ہوتے ہیں، اس بات کا التزام شروع کلام سے ہی کیا جاتا ہے مگر تہذیب ہیں غیر ضرری چیزوں اور زوائد و نقائص سے کلام کو خالص کیا جاتا ہے، اب چاہے تو اس کا التزام شروع کلام میں ہو یا پھر بعد میں کلام میں کسی طرح کی صحیح و تہذیب کی جائے اس مفہوم کی وضاحت الزنجانی(18) کے پاس عمل سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے تہذیب الصحاح کے مقدمہ میں لھاہے، یہ اس پس منظر میں ہے کہ انہوں نے الصحاح کی تہذیب اور اس کی تلخیص تیار کی، اس حوالہ سے کہتے ہیں:

و کان قد حداني الى تهذيبه - اعنى: تجريد لغته من النحو التصريف الخارجين عن فنه، وحذف ما فيه من حشو و تكرير، واسقاط ما لا حاجة اليه من الأمثال والشواهد الكثيرة - روم التخفيف والايجاز، ليسهل حفظه، ويقرب ضبطه (19)

اور میرا مقصد یہ تھا کہ الصاح کی تہذیب تیار کروں یعنی الصاح میں موجود لغوی مفاہیم کو صرف و نحو کی باریکیوں سے خالی کر دوں، اس میں موجود دیشود تکرار کو حذف کر دوں، جن مثالوں اور شواہد کی ضرورت نہیں ہے ان کو اس کتاب سے ساقط کر دوں، ان سب کا مقصد یہ ہے تا کہ الصاح میں تخفیف و ایجاز ہو سکے اس لیے تا کہ اس کو زبانی یاد کرنا آسان ہو اس کے معانی و الفاظ کو ضبط کرنا سہل ہو سکے۔

اسی طرح کے مفہوم کی توضیح السندلاوی(20) اپنی کتاب تہذیب المسالک میں بھی کرتے ہیں:

ثم اني رأيت من صنف في هذه الطريقة وسع توسيعا يكل من طوله البصر، ولا يكاد يبلغه العمر.. فلما يئست من الوقوف على المنهج المحبوب، ولم أصل الى الغرض المطلوب، وضعت لى ولمن شاء من الأصحاب في هذه الطريقة هذا الكتاب موجزا مختصرا ۔ " (21)

تہذیب کے اسلوب میں بھی گئی کئی اہم کتب کا میں نے بغور جائز لیا ہے اور اس جائزہ کے وقت میں نے وسعت نظری سے کام لیا ہے اور طویل عرصہ تک اس بات کھوج میں رہا ہوں کہ کوئی ایسی کتاب میں مل جائے جو میرے محبوب منہج و اسلوب کے مطابق ہو مگر اس معاملہ میں مجھے صرف مایوسی نا امیدی نہیں ہوئی بلکہ مطلوب کی غرض تک پہنچنے میں بھی ناکام رہا ہوں، اسی وجہ سے میں نے از خود اپنے اصحاب کے لیے اس کتاب میں تہذیب و اختصار کی جامعیت کا طریقہ وضع کیا ہے تا کہ احباب کو کامل فہم حاصل ہو سکے۔ اور بعض مصنفین کے ہاں تہذیب کے مفہوم میں بعض مقامات کی شرح بھی شامل ہوتی ہے، یہ شرح ایسی ہوتی ہے جس سے اصل مفہوم میں تغیر و تبدل واقع نہ ہو، یہ احتیاجی اصل پر زیادتی کی صورت میں متحقق ہوتی ہے۔ تہذیب کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے الکفوی (22) کہتے ہیں:

"التهذيب : عبارة عن ترداد النظر في الكلام بعد عمله، والشروع في تنقيحه نظما كان او نثرا، وتغيير ما يجب تغييره، و حذف ما ينبغى حذفه و اصلاح ما يتعين اصلاحه، و كشف ما يشكل من غريبه و اعرابه، و تحرير ما يدق من معانيه، واطراح ما تجافى عن مضاجع الرقة من غليظ الفاظه (23)

تہذیب سے مراد یہ ہے کہ عبارت میں نظر آنے والے تکرار کو عمل کرنے کے بعد دور کرنا، اور اس کے نظم و نثر میں نقیح کرنا، قابل تغیر چیزوں کو تبدیل کرنا، جو حذف کے مناسب عبارت ہو اس کو حذف کر دینا، جن کی اصلاح متعین ہو سکے ان کی اصلاح کرنا، عبارت میں موجود الفاظ کی غرابت اور اعراب کی مشکلوں کو دفع کرنا، معانی میں موجود دقتوں کا ازالہ کرنا، الفاظ میں جو سختی موجود ہو اس کو جدا کرنا تہذیب کہلاتا ہے۔

تہذیب کے نام کئی کتب بھی گئی ہیں جن میں چند معروف درج ذیل ہیں:

1۔ تھذیب الکمال في اسماء الرجال۔ یہ حافظ المزی کی کتاب ہے، انہوں نے الکمال فی اسماء الرجال جو کہ حافظ مقدسی کی ہے، اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

2۔ تھذیب التھذیب۔ یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے۔ انہوں نے تہذیب الکمال کی تہذیب التہذیب کے نام سے تلخیص کی ہے۔

اختصار و تلخیص کے درمیان فرق وامتیاز

خَلَص کے معنی میں کھوٹ اور میل سے الگ ہو کر صاف اور خالص ہو جانا، خَلَصَ مِنَ القوم وہ قوم سے الگ اور کنارہ کش ہو گیا۔ أَخْلَصَ الشَّيْئَ کسی چیز کو خاص کیا، چن لیا، اس لیے المخلص اُسے کہتے ہیں جسے دوسروں سے الگ کر کے کسی کام کے لیے خالص اور مختص کر لیا جائے، إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ[12:24][24]وہ (یوسف) عام لوگوں کی راہ پر چلنے والا نہیں تھا۔ اسے عام لوگوں سے الگ کر لیا گیا تھا۔ وہ ہماری روش خاص پر چلنے والا تھا، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے متعلق ہے خَلَصُوا نَجِيًّا[12:80][25]وہ باہمی مشورہ کرنے کے لیے لوگوں سے الگ ہٹ گئے۔ اس اعتبار سے خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ[2:94][26]کے معنی ہیں دوسرے لوگوں کو الگ ہٹا کر، خاص (exclusively) ان کے لیے۔ اِسْتَخْلَصَه اسے اپنے لیے خاص کر لیا[12:54]-خالص جس چیز سے آمیزش کو الگ کر دیا جائے۔ راغب نے لکھا ہے کہ الخالص اور الصافی دونوں مرادف المعنی میں لیکن الصافی بھی ایسی چیز کے لیے بھی بول دیا جاتا ہے جو پہلے ہی سے صاف ہو۔ اور خالص وہ ہوتا ہے جس سے آمیزش دور کر کے اسے صاف کر لیا گیا ہو، ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی کسی چیز کو صاف کرنا اور اس کے زائد اور فالتو حصول کو چھانٹ دینا ہیں۔ الخلاص وہ کھن یا سونا چاندی جیسے تپا کر خاص کیا جائے۔ خَلَّص اللهُ فلاناً خدا نے فلاں کو اس مشکل اور الجھن سے نکال دیا جس میں وہ پڑھیا تھا۔ جس طرح الجھا ہوا دھاگہ سمجھایا جاتا ہے۔ سورۃ بقرہ میں ہے وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ12:139 ہم ہر طرف سے الگ ہٹ کر صرف قانون خداوندی کی راہ پر چلنے کے لیے مختص ہو چکے ہیں، اس کی وضاحت لَهُ مُسْلِمُونَ اور لَهُ عبدون نے کر دی ہے جو پہلی دو آیتوں میں آئے ہیں[2:136.138]یعنی صرف اس کے قوانین کی اطاعت کرنے والے۔ اس سے مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ [17:29 کے معنی بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ یعنی اور سب قوتوں سے منہ موڑ کر، اطاعت کو صرف خدا کے لیے مختص کر دینا۔ سورۃ جس میں حضرات انبیاء کرام کے تذکرہ کے بعد فرمایا: إِنَّا أَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ[38:46] ہم نے انہیں عام لوگوں سے الگ ہٹا کر (ایک خاص گروہ بنا دیا) اس خصوصیت کی بنا پر کہ وہ ہمیشہ زندگی کے انجام ومال کو اپنے پیش نظر رکھتے تھے۔ وہ حقیقی زندگی کے گھر کو پیش نظر رکھتے تھے[29:64] تاکہ جہاں اس کا تصادم طبعی زندگی سے ہو پڑے حقیقی زندگی کو بعی زندگی کے تقاضوں پر ترجیح دی جائے۔ ان اجمالی نکات کے بعد اب یہ سمجھیے کہ اہل لغت کے ہاں تلخیص کبھی کبھار اختصار کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور بسا اوقات شرح وسبط کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ابن منظور الافریقی فرماتے ہیں:

> "التلخيص: التبيين والشرح ، يقال : لخصت الشيء والحصته، بالخاء والحاء، اذا استقصيت في بيانه وشرحه وتحبيره، يقال: لخص لی خبرک ای بينه لی شيئا بعد شئ والتلخيص : التقريب والاختصار، يقال: لخصت القول، ای : اقتصرت فيه و اختصرت منه ما يحتاج اليه ۔ " (27)

لفظ تشخیص، شرح وتبین کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں فلاں چیز کی وضاحت کی اور اس کا ماحصل بیان کیا، یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب بات کو کھول کر شرح کے ساتھ بیان کیا گیا ہو، اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے فلاں نے میرے لیے تیری خبر کو شخص کیا یعنی اس نے ایک چیز کے بعد دوسری چیز کو بیان کیا اور اس کی وضاحت کی ہے۔ اور اسی طرح تلخیص: تقریب واختصار کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کے قول کو مشخص کیا یعنی میں نے اس پر اقتصار کیا اور جتنی ضرورت تھی اس پر اختصار کیا۔

اسی طرح تاج العروس میں زبیدی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"التلخيص : التبيين والشرح --- والتلخيص : التقريب والاختصار--- ويقال : هذا ملخص ما قالوه، اى حاصله وما يؤول اليه (28)

تلخیص: تبیین و شرح ہے، اور اسی طرح تلخیص: تقریب و اختصار پر بھی بولا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ کلام مشخص ہے یعنی جو کچھ اس نے کہا ہے

اس کا ما حصل یہ ہے اور اس کی بات کی تاویل یہ ہے۔ تلخیص کے عنوان سے حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ کتاب ہے التلخیص الجبیر، اسی طرح امام قرطبی کی تلخیص صحیح مسلم ہے۔

اختصار و انتقاء کے درمیان فرق و امتیازیت

لفظ انتقاء بھی اہل لغت کے ہاں اختصار کے معانی میں استعمال ہوتا ہے، کیونکہ انتقاء کا معنی ہے کتاب کے لیے بہترین مواد کو اختیار کرنا اور یہ جودت بھی اختصار کے اعراض میں سے ایک عرض ہے، چناچہ اس حوالہ سے لسان العرب میں ہے:

انقاء، وتنفاه، و انتفاء: اختاره، ونقوة الشيىء وتقاوته وؤنقايته ونقاته: خياره ، يكون ذلك في كل شيىء وقال بعضهم : هو من النقية والتنقية التنظيف، والانتقاء الاختيار، والتنقى التخير.. و انتقيت الشيىء اذا اخذت خياره (29)

یعنی لفظ "انقاء، وتنفاه، وانتقاء کا معنی ہے کسی چیز کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرنا، اور یہ انتخاب ہر چیز میں ہی ممکن ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ النقية والتنقية کا معنی ہے صفائی ستھرائی کو اختیار کرنا، اور یہ محاورہ و انتقیت الشبیء اس وقت بولا جاتا ہے جب بہترین چیز کو اختیار کیا جائے۔

اسی طرح تاج العروس میں ہے: ونقى الشيىء كرضى، نقاوة ونقاء ونقاءة، اى نظف فهو نقى، اى نظيف (30) اس طریقہ پر بھی جانے والی کتابوں میں سے ایک المنتقی من منہاج الاعتدال، جو کہ منہاج السنہ کا خلاصہ ہے۔

اختصار و استصفاء کے درمیان فرق و امتیازیت

الصَّفْرُ الصَّفَاءُ کسی چیز کا صاف اور خاص حصہ۔ راغب نے کہا ہے کہ الصفاء کے معنی میں کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا یہی اس کے بنیادی معنی ہیں۔ صَفْوَةٌ كُلِّ شَيْيِ ہر چیز کا ناص حصہ۔ يَوْمَ صَافٍ وَصَفْوَان وہ خنک دن جس میں نہ بادل ہوں اور نہ ہی فضا غبار آلودہ ہو۔ اصطفاء صاف اور خالص چیز کا لے لینا، انتخاب کر لینا، اسْتَصْفَاهُ اسے خلص سمجھا، اسے چنا، انتخاب کیا۔ الصَّفِيَّةُ [جمع صفایا مال غنیمت کی وہ چیز جسے امیر اپنے لیے منتخب کر لے۔ الصَّفَاةُ [جمع صَفَوَاتٌ وَ صَفاً] بڑا صاف، چکنا پتھر جس پر کچھ ناگ سکے۔ الصَّفْوَانَةُ جمع صفوان کے بھی یہی معنی ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ اسم جمع ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الصفوان کے معنی بڑی چٹان ہوں اور اس کے ایک بگڑے کو صفوانہ کہا جاتا ہو۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم کے متعلق ہے وَ لَقَدِ اصْطَفَيْنَهُ فِي الدُّنْيَا 2:130] ہم نے اسے دنیا میں آمیزشوں سے پاک کر کے ایک عظیم مقصد کے لیے منتخب کر لیا مختلف انبیائے کرام کے متعلق فرمایا وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الأخيار [38:47] یہ لوگ ہمارے ہاں منتخب افراد انسانیہ ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے اَفَأَصْفَكُمْ [17:40] یعنی چن لینا، دوسروں سے الگ کر کے مختص کر لینا اور ترجیح و فضیلت دینا۔ سورۃ بقرۃ میں إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ کو مِنْ شَعَائِرِ الله کہا گیا ہے [2:158] یہ مکہ کے قریب دو پہاڑیاں ہیں۔ سورہ محمد میں ہے عَسَلٍ مُصَفًّى [47:15]۔ صاف کیا ہوا شہد۔ اس ساری تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ الاستعفا بھی الانتقاء کے قریب المعنی استعمال ہوتا ہے مگر اس میں کدورت و شوائب سے مصفا ہونا شامل ہوتا ہے۔ اس حوالہ سے صاحب لسان العرب کہتے ہیں: صفا: الصفو والصفاء ، ممدود: نقيض الكدرز --- وصفوة كل شيء خالصه ... واستصفى الشيىء واصطفاه اختاره .. والاصطفاء الاختيار، افتعال من الصفوة، ومنه النبى صفوة الله من خلقه ومصطفاه، والانبياء المصطفون، وهم من المصطفين اذا اختير وا۔ " (31)

اسی طرح تاج العروس میں ہے:

وفي "تاج العروس: " وصفوة الشيء ما صفا منه وخلص - قال الراغب (32) : الاصطفاء: تناول صفو الشيء، كما أن الاختيار تناول خيره، و منه محمد مصطفاه اى: مختاره (33)

اس وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ الاستصفاء بھی اختصار میں داخل ہے کیونکہ اس میں بھی حذف وترک پایا جاتا ہے۔ ہاں البتہ اس اصطلاح مصنفین نے بہت ہی کم استفادہ کیا ہے، اسی وجہ سے اس نام سے کوئی مخصوص کتاب نہیں ہے۔

اختصار کی صورتیں اور شکلیں

مصنفین کے طبعی رجحان مولفین کے اسلوب بیان اور ان کے منہاج کے اعتبار سے اختصار کی متعدد صورتیں اور اشکال ہوسکتی ہیں، جس کا اجمالی تذکرہ کچھ یوں ہوسکتا ہے۔

اختصار کی پہلی صورت

کوئی عالم یا مولف وہ چاہتا ہے کہ کسی بھی فن میں لکھی گئی طویل کتاب کا اختصار کرے تاکہ ایسے مکررات جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے ان کو حذف کرکے بکتاب کے الفاظ کو کم کرکے، قابل اصلاح چیزوں کی اصلاح کرکے، اور حسب ضرورت کتاب کے مفہوم ومقصود میں تغیر بھی کیا جاتا ہے اور بعض مقامات پر اضافہ جات بھی ہوتے ہیں، پس ان تمام چیزوں کے کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کتاب کے الفاظ کم ہوجائیں، اس کا حجم گھٹ جائے، اور اختصار کی یہ صورت عام طور پر کتب تفسیر میں ہی کی جاتی ہے، اور کیونکہ ہماری تحقیق کا رخ بھی کتب تفسیر ہی ہیں۔

اختصار کی دوسری صورت

اختصار کی دوسری صورت یہ ہے کہ فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث اور دیگر علوم پر شمل متون تیار کیے جاتے ہیں جن میں نہایت اختصار سے کام لیا جاتا ہے، ان مختصرات پر مشتمل متون کا مقصد یہ ہوتا ہے تاکہ احکام کی معرفت بآسانی ممکن ہوسکے، متون پر شمل مختصرات کی یہ صورت کتب تفسیر میں موجود نہیں ہوتی بلکہ علوم مصطلحہ، فقہ، اصول فقہ نحو، بلاغت، صرف اور دیگر علوم میں یہ صورت موجود ہوتی ہے۔ (34)

اختصار کی تیسری صورت

اختصار کی تیسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کو کسی دوسری کتاب یا متن کے ساتھ کوئی نسبت تو نہیں ہوتی، ہاں البتہ یہ قسم بذات خود مستقل ہوتی ہے جس میں مصنف کتاب یا مولف بذات خود کسی بھی علم وفن پر مواد کو جمع کرتے ہوئے اختصار کے اصول کا اختیار کرتا ہے تاکہ کم الفاظ کی صورت میں کثیر معانی کا حصول ممکن ہوسکے، اس صورت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی طالبین کے لیے عام وفہم آسان زبان میں مواد کو جمع کر دیا جائے، اس قسم کی کئی امثلہ موجود ہیں مثلاً تفاسیر میں تفسیر ابن عباس، واحدی کی تفسیر الوجیز، اسی طرح تفسیر جلالین وغیرہ موجود ہیں (35)۔

اختصار فی التفسیر کے حوالہ سے امام غزالی فرماتے ہیں:

ما من علم الاوله اقتصار و اقتصاد و استقصاء، ونحن نشير اليها في الحديث والتفسير والفقه والكلام لنقيس بها غيرها، فالاقتصار في التفسير ما يبلغ ضعف القرآن في المقدار، كما صنفه على الواحدي النيسابوري وهو الوجيز، والاقتصاد ما يبلغ ثلاثة أضعاف القرآن كما صنفه من الوسيط فيه، وما وراء ذلك استقصاء۔ (36)

کتب تفاسیر میں کتب احادیث کے مختصرات

کتب تفاسیر میں اختصار کے پیش نظر کی علوم وفنون کی کتب کے اختصارات ذکر کیے جاتے ہیں، مثلاً کتب احادیث کے مختصرات درج ذیل ہیں:

صحیح البخاری (خ)　و صحیح مسلم (م)　، سنن ابی داود (د)　سنن ترمذی (ت)

ابن ماجہ (ج)　سنن نسائی (ن)

تفسیر خازن میں ان مختصرات سے بکثرت اشتغال کیا گیا ہے۔

کتب تفاسیر میں احادیث کے صیغوں کا اختصار

ایسے ہی کتب تفاسیر میں احادیث کے صیغوں کو بھی اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

حدثنا (ثنا)، اخبرنا (أنا)، صحیح (ص)، حسن (ح)، ضعیف (ض)

ان مختصرات کو یحی بن سلام، ابن جریر تعلیمی، اور امام بغوی بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ (37)

قرآنی علامات وقف کے مختصرات

قرآن عظیم میں درج ذیل علامات وقف کو اختصار کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے:

م: علامة الوقف اللازم یعنی وقت لازم کی علامت ہے، یہاں ٹھہرنا لازم ہوتا ہے۔

ج: علامة الوقف الجائز۔ یعنی وقف جائز کی علامت ہے، یہاں ٹھہرنا جائز ہے۔

لا: علامة الوقف الممنوع یعنی یہ وقف ممنوع کی علامت ہے، یہاں ٹھہرنا منع ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی الفاظ علامات وقف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جس کی تفصیل کتب تجوید میں موجود ہے۔

بعض جملوں اور اسماء کے مختصرات

اہل عرب بعض طویل جملوں کے مختصر اسماء بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً:

البسملة: سے مراد بسم الله الرحمن الرحيم ہے۔

الحمدلة: سے مراد الحمد لله رب العالمين ہے۔

الحوقلة: سے مراد لا حول ولا قوة الا بالله ہے۔

عيشمی سے مراد عبد شمس ہے۔

عبدری سے مراد بنی عبد الدار ہے۔

شيخين: سے مراد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں

اختصار کی انواع واقسام اور مختصرین کی اصناف

کتب تفاسیر کے اختصار کی صرف ایک قسم نہیں ہے بلکہ علماء متقین نے اس کی متعدد اقسام ذکر کی ہیں جن کا اجمالی تعارف ذیل میں دیا جا رہا ہے، تاکہ ان متعدد اقسام کی روشنی میں اختصار کی متعدد صورتوں کا علم حاصل ہو سکے۔

اختصار کی پہلی قسم

اختصار کی پہلی قسم یہ ہے کہ مصنف و مولف اپنی مختصر کی ترتیب کے لیے متعدد کتب مطولات سے مفرق جہتوں سے استفاد کرتا ہے، اگر کسی ایک مطول کتاب سے کسی ایک جہت کو لیتا ہے تو دوسری مطول کتاب سے کسی دوسری جہت کو لیتا ہے، یوں مختلف مطولات کی متفرق جہتوں سے استفاہ کر کے اپنی مختصر کو جامع بنا کر پیش کرتا ہے، اب یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود ان تمام مطولات کی متفرق جہتوں کو شامل ہوتی ہے، ہاں البتہ ان مطولات سے تمیز کے لیے اس خوبصورتی کے ساتھ اس مختصر کو مزین کیا جاتا ہے کہ یہ بذات خود مستقل تفسیری متن بن جاتا ہے۔ اس قسم کی اہم تفسیر تفسیر بیضاوی ہے تفسیر بیضاوی کے حوالہ سے حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

> الخص فيه من الكشاف ما يتعلق بالاعراب والمعاني والبيسان، ومن التفسير الكبير" (38) ما يتعلق بالحكمة والكلام، ومن تفسير الراغب ما يتعلق بالاشتقاق، وغوامض الحائق، ولطائف الاشارات والمشهور ان تفسير البيضاوي مختصر لك

> كشاف، لان اغلبه (39) منه، لكنه لم ياخذ ما فيه من مسائل الاعتقاد، لان الزمخشري كان معتزليا ينتصر المذهبه، بل ويتكلف تأويل معاني الآيات من اجل ذلك، ولذلك عزف البيضاوي عن اخذ تلك المسائل منه في الجملة، واعتمد فيها على الامام الرازي بينما اعتمد في مسائل الاشتقاق على الراغب اصفهانى، و صاغ ذلک بعبارته و اسلوبه الخاص - (40)

تفسیر بیضاوی میں اعراب، معانی اور بیان کے متعلقہ امور الکشاف سے خلاصہ ماخوذ ہیں، اسی طرح حکمت و فلسفہ اور کلام کے متعلق مباحث تفسیر الکبیر سے ماخوذ ہیں، اور رہی بات اشتقاق، حقائق کے غوامض اور اشارات کے لطائف کی تو یہ تفسیر راغب المفردات سے ماخوذ ہیں، اور مشہور بات یہ ہے کہ تفسیر بیضاوی، الکشاف کا اختصار ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ اس میں اعراب و معانی اور بیان کی مباحث کا زیادہ تر حصہ الکشاف سے لیا گیا ہے اور رہی بات اعتقادی و کلامی مباحث کی تو وہ الکشاف سے نہیں لی گئی ہیں، کیونکہ صاحب کشاف معتزلی تھے تو اعتقادی مباحث میں انہوں نے اپنے اعتزالی مذہب کی تاویلات پیش کی ہیں، یہی وجہ ہے اعتقادی مسائل کے استخراج میں بیضاوی نے امام رازی کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے اور اشتقاقی مسائل کے اخذ میں راغب سے استفادہ کرنے کے بعد اپنے خاص نسخ و اسلوب میں اپنی کتابکو منفرد انداز میں اختصار کے طریق پر مرتب کیا ہے۔

اختصار کی دوسری قسم

اختصار کی اس قسم میں مصنف و مولف کسی دوسری مطول کتابوں سے اختصار کے طور پر استفادہ نہیں کرتا بلکہ وہ بذات خود ہی اپنی کتاب کو اختصار کا مستقل تفسیری متن بناکر پیش کرتا ہے، اس میں بسا اوقات مصنف اس اسلوب میں مباحث کو ذکر کرتا ہے کہ جس سے اس کی کتاب بذات خود مختصر تفسیری متن بن جاتا ہے، ہاں البتہ اس میں بعض مسائل اور فوائد دیگر کتب سے بطور حوالہ بھی نقل کردیے جاتے ہیں، اس کی اہم مثال تفسیر خازن ہے، کیونکہ امام خازن اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بغوی کی تعریف اور اس کی تفسیر کی متعدد خصوصیات گنوانے کے بعد لکھتے ہیں:

> لما كان هذا الكتاب كما وصفت احببت ان انتخب من غرر فوائده و درر فرائده وزواهر نصوصه، وجواهر فصوصه، مختصرا جامعا لمعانى التفسير، ولباب التاويل والتعبير، حاويا الخلاصة منقوله، متضمنا لنكته واصوله، مع فوائد نقلتها، وفرائد الخصتها من كتب التفسير المصنفة، في سائر العلوم المؤلفة، ولم اجعل لنفسى تصر فاسوى النقل والانتخاب ، مجتنبا حد الطويل والاسهاب (41)

اس طریقہ پر اختصار صرف امام خازن ہی اپنی تفسیر میں نہیں کرتے بلکہ ان سے پہلے بھی کئی متقدمین اپنی اپنی کتب تفسیر میں اختیار کر چکے ہیں مثلاً بغوی جھود بن محکم، اور ابن ابی زمین اپنی اپنی کتب تفسیر کو اسی طریقہ پر مختصر اذکر کیا ہے۔ اور دوسری قسم میں بسا اوقات یہ بھی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ماضی کی کسی خاص مطول تفسیر کو ہی مختصر کیا جاتا ہے اور اس مطول کی مباحث میں سے کسی اور مبحث کا اضافہ نہیں کیا جاتا، اس طریقہ پر عہد جدید میں کئی کتب تفسیر کے خلاصے اور مختصرات تیار کیے گئے ہیں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر تفسیر ابن جریر کے مختصرات موجود ہیں۔ (42)

اختصار کی تیسری قسم

ایسے ہی اختصار کی تیسری قسم یہ ہے کہ کسی خاص تفسیر کے متعین مسائل و مباحث کا خلاصہ و اختصار ذکر کیا جائے تا کہ اس مسئلہ میں وہ خصوصی طور پر منفرد کتاب معرض وجود میں آسکے مثلاً مختصر ابن صمادح التجیبی (43) تفسیر طبری سے ان الفاظ غریبہ کو نکال کر جن میں متعدد اقوال تھے، ان میں سے صرف ایک قول پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ ابن جریر اپنی تفسیر میں الفاظ غریبہ کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرتے ہیں تو اس تفسیر میں صرف ایک قول پر اکتفاء کیا گیا ہے (44)، اسی طرح تاج الدین الحنفی (45) نے بھی الدر الملقیط کے نام سے البحر المحیط کو مختصر کیا ہے، اس کتاب میں تاج الدین حنفی نے ان اقوال کا اختصار ذکر کیا ہے جن میں ابی حیان زمخشری اور ابن عطیہ کے اقوال کا مناقشہ کرتے ہیں۔ (46)

مختصرین کی اصناف

کسی بھی تفسیری کتاب کو مختصر کرنے والے افراد کئی طرح کے ہو سکتے ہیں، جس کا اجمالی بیان یوں ہو سکتا ہے:

1۔ مصنف بذات خود ہی اپنی کتاب و مختصرات کے اصولوں پر مرتب کرے، اور مختصرات کی اقسام میں سے یہ سب سے افضل، اجود اور اعلی جود اور قسم ہے، کیونکہ مصنف اپنی کتب کے اہداف و مقاصد کو بطریق اولی جانتا ہے اس لیے جب وہ اپنی کسی مطول میں سے اختصار کرے گا تو بہترین اسلوب میں ہی کرے گا، اس کی مثال التفصیل الجامع لعلوم التنزیل نامی کتاب ہے جس کے مصنف مہدوی (47) نے خود ہی اس کو التحصیل کے نام سے مختصر کیا ہے۔ اسی طرح حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الدر المنثور فی التفسیر بالماثور کو ترجمان القرآن کے عنوان سے مختصر کیا ہے (48)۔

2۔ مختصرین کی دوسری قسم، اصل کتاب یا مطول کتاب کا شاگرد اپنے استاد کی طویل کتاب کو مختصر کرتا ہے، یا پھر کوئی اور فرد سابقین کی یا مطولات کو مختصر کرتا ہے جیسا کہ بیضاوی نے زمخشری، رازی اور رغب کی کتابوں کو مختصر کیا ہے اور امام نفسی نے بھی مختصر کیا ہے، اسی طرح تاج الدین الحنفی نے بھی البحر المحیط کو مختصر کیا ہے وہ بھی اسی میں شامل ہے۔

3۔ مختصرین کی تیسری قسم میں وہ لوگ جو مصنف یا مؤلف کے زمانہ سے کچھ متاخر ہوں، ہاں البتہ کچھ قربت بھی پائی جا رہی ہو تو اس مصنف کی طویل تفسیری کتاب کو یہ فرد مختصر کرتا ہے، اس کی مثال ہود بن محکم الہواری میں جو کہ تیسری صدی کے آخر میں بھی بن سلام (۲۰۰ھ) کی تفسیر کو مختصر کرتے ہیں، اسی طرح امام بغوی (۵۱۶ھ) نے تفسیر ثعلبی (۴۲۷ھ) کو مختصر کیا ہے۔

4۔ مختصرین کی چوتھی قسم یہ ہے کہ مطول تفسیری کتاب کے مصنف اور مختصر کرنے والے کے مابین کئی زمانوں کا فرق ہو یعنی مطول کتاب کو مصنف ماضی بعید کے کسی زمانہ کا تھا اور آج اس کی کتاب کا اختصار اور تلخیص تیار کی گئی ہے تو اس اعتبار سے ان میں بکثرت زمانی بعد موجود ہو گا۔

التفسیر: معنی و مفہوم

علم تفسیر بحیثیت علم ان علوم سے تعلق رکھتا ہے جنہیں بجا طور پر علوم عالیہ کہا جاتا ہے، اس علم کی بدولت قرآن عظیم کے پوشیدہ اور عمیق رازوں سے آگہی حاصل ہوتی ہے، اگر اسلامی علوم و فنون میں تفسیر قرآن یا قرآن فہمی کی بات کی جائے تو اس سے بڑھ کر اس کا اعزاز و شرف کیا ہو گا کہ اس کی وجہ سے مراد اللہ سے واقفیت کی جد و جہد کی جاتی ہے۔ علم التفسیر قرون اولی سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اہم شعبہ علم رہا ہے۔ اس موضوع میں مسلمانوں نے ہر دور اس قدر خدمات سر انجام دی ہیں کہ جن کو فراموش کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے، یہ مسلمانوں کا ایسا عظیم الشان علمی کارنامہ ہے جس کی مثال کسی دوسری قوم و ملت میں نہیں ملتی تفسیری ادب، اپنے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ، ہر دور کے مسلمان علما کے فکری رجحانات. نظریات، اشکالات اور ان کے ذہنی و علمی ارتقا کو جاننے کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے، اور اسی علم کی بدولت مسلمان اپنے تہذیبی، تمدنی سماجی، معاشرتی، سیاسی، معاشی، نفسیاتی، اخلاقی اور مذہبی و دعوتی مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔۔ اب آیئے تفسیر علم تفسیر کے مفہوم، حقیقت و ماہیت اور اس کی ضرورت و مناہج پر اجمالی کلام کرتے ہیں۔

تفسیر معنی و مفہوم

تفسیر عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کی لغوی تحقیق کے بارے میں تین قسم کے اقوال ملتے ہیں:

ا۔ تفسیر کا مادہ فسر ہے، جس کا مفہوم بیان اور کشف یعنی کھولنا، بیان کرنا ہے۔[49]

۲۔ یہ سفر سے مقلوب ہے۔ (اسفر الصبح : انکشف و اضاء) یعنی جب کسی چیز کو روشن کیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے: والصبح اذا اسفر-[50]

۳۔ اس کا مادہ "تفسرۃ" ہے، جس کا مطلب "قارورہ" ہے۔ اطباء کے نزدیک "قارورہ" سے مراد کی مریض کا پیشاب ہے، جس کے ذریعے سے طبیب مریض کے مرض اور اس کی بدنی کیفیات سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔[51]۔

لسان العرب میں ہے:

"الفسر : البيان فسر الشيء يفسره بالكسر ويفسره بالضم فسراً، وفسره ابانه والتفسير مثله وقيل التفسرة البول الذي يستدل به على المرض --- الفسر: كشف المغطى، والتفسير المراد عن اللفظ المشكل --- [52]

اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی معنی میں تفسیر سے تغیر قرآن مجید، یا قرآن کے مشکل مقامات کی شرح و وضاحت مراد لی جاتی ہے۔ گویا تفسیر سے مراد ایسا علم ہے، جو بشری استطاعت کی مد تک قرآنی آیات کے اس مفہوم کو بیان کرتا ہے جو اس کلام عظیم سے اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشا ہے۔

ابو حیان اندلسی کے مطابق:

علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكامها الافرادية والتركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب و تتمات ذالک۔ [53]۔

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کو ادا کرنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے اور اس کے مدلولات پر بحث ہوتی ہے، اور اس کے افرادی اور ترکیبی احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اور وہ معانی جن پر اس ترکیب کی حالت ہوتی ہے، ان کو بیان کیا جاتا ہے۔

بدر الدین الزرکشی کے نزدیک:

التفسير علم يعرف به فهم كتاب الله المنزل على نبيه محمد و بيان معانيه و استخراج احكامه و حكمه و استمداد ذالك من علم اللغة والنحو والتصريف وعلم البيان و اصول الفقه والقرآت. ويحتاج المفسر المعرفة اسباب النزول والناسخ والمنسوخ - [54]

تغیر ایک ایسا علم ہے جس سے اس کتاب کا صحیح مفہوم سمجھا جاتا ہے جو اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل کی۔ اس کے معانی کا بیان کرنا، اس کے احکام اور حکمتوں کا نکالنا اور ان کے لیے مد دلینا علم لغت سے علم نحو سے، علم صرف سے علم بیان سے، اصول فقہ سے، قرآآت سے اور مفسر محتاج ہے کہ وہ معرفت حاصل کرے اسباب نزول کی اور ناسخ و منسوخ کی۔

علامہ آلوسی نے اس تعریف میں مزید اضافہ کرتے ہوئے درج ذیل تعریف کی ہے:

علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكامها الافرادية والتركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب و تتمات لذالک - [55]

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے، ان کے مفہوم، ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی پہ بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لیے جاتے ہیں، نیز ان معانی کا حملہ، ناسخ و منسوخ، شان نزول اور مبہم قصوں کی توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔

جلال الدین سیوطی کے نزدیک:

وقال بعضهم : التفسير في الاصطلاح علم نزول الآيات، وشوونها، و اقاصيصها، والاسباب النازلة فيها، ثم ترتيب مكيها ومدنيها، ومحكمها ومتشابهها، وناسخها ومنسوخها، وخاصها وعامها، ومطلقها ومقيدها و مجملها و مفسرها، وحلالها وحرامها، ووعدها ووعيدها، وأمرها ونهيها، وعبرها و امثالها - [56]

تفسیر کی ضرورت

قرآن مجید کی تلاوت کو عبادت کا درجہ حاصل ہے اور اس کے فہم اور تدبر کے ذریعے سے اس عبادت کو درجہ احسان تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تدبر فی القرآن کے واضح احکام دیے ہیں۔ ارشاد ہے: أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا

فِيهِ اخْتِلافاً كَثِيرا -(سورۃ النساء ٤:٨٢)مجلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے۔ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔ (سورۃ محمد ۴۷:۲۲) بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔ كِتَابٌ أَنزَلْنَهُ إِلَيْكَ مُبْرَكَ لِيَدَّبَّرُوا آيَتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ (سورۃ ص ۳۸:۲۹) (یہ) کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔ ان آیات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں نظر و تدبر کا حکم دیا ہے۔ اور تفکر و تدبر اس وقت ممکن ہوتا ہے جب کسی بات کا مفہوم و مطلب سمجھ لیا جائے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١ھ۔ ٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

> ومن المعلوم ان كل كلام فالمقصود منه فهم معانيه دون مجرد الفاظه، فالقرآن اولى بذلك، و ايضاً فالعادة تمنع ال يقرا قوم كتابا في فن من العلم، كالطب والحساب، ولا يستشر حوه، فكيف بكلام الله تعالى الذي هو عصمتهم و به نجاتهم و سعادتهيم، وقيام دينهم ودنياهم - [57]

> پھر معلوم ہے کہ ہر گفتگو اس لیے ہوتی ہے کہ اس کے معنی سمجھے جائیں نہ کہ محض لفظ سن لیے جائیں۔ اور قرآن کا معاملہ تو بدرجہ اولی فہم و تدبر کا متقاضی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ لوگ کسی فن کی کتاب پڑھیں، مثلاً طب کی یا حساب کی اور اسے سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ جب عام کتابوں کا یہ حال ہے تو کتاب اللہ کا فہم کس قدر ضروری ٹھہرتا ہے۔“ اس لیے تدبر کا لازمی نتیجہ قرآن کے احکام و آیات کی تفسیر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن کے احکام بہت واضح اور روشن ہیں۔ اس کے بعض مشکل مقامات کی توضیح خود قرآن مجید کے بعض دیگر مقامات پر کر دی گئی ہے۔ لیکن اس میں کچھ چیزیں متشبہات کے ذیل میں بھی بیان کی گئی ہیں، جن کا معنی و مفہوم واضح نہیں ہے۔ قرآن کے اولین مخاطب چونکہ زمانہ نزول میں موجود تھے اور ان کی زبان بھی عربی تھی لہذا ان کے لیے اس کے منشاو مرا کو سمجھ لینا زیادہ شکل نہ تھا لیکن پھر بھی صحابہ کرام کو بعض قرآنی احکام کی تفسیر اور تشریح کے لیے نبی کریم سی سی سے مدد لینی پڑتی تھی۔ تمام صحابہ فہم قرآن میں مساوی نہ تھے۔ اس لیے وہ نبی کریم سال سے اور آپس میں ایک دوسرے سے قرآن مجید کے الفاظ کا مفہوم معلوم کیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عدی بن حاتم اس آیت: وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ (البقرۃ ۲:۱۸۷) (کھاؤ پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے۔) کا مفہوم نہ سمجھ سکے اور انھوں نے اپنے تکیے کے نیچے سیاہ اور سفید دو دھاگے رکھ لیے اور رات کو اٹھ اٹھ کر دیکھتے رہے کہ دونوں میں فرق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ سے ماجرا بیان کیا۔ تب آپ ﷺ نے انھیں آیت کا مطلب سمجھایا اور فرمایا کہ تم کم عقل آدمی ہو۔ [58]

اسی طرح جب یہ آیت: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ -(الانعام ۲:۸۲) (جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا) نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ تو نبی کریم کیا ہم نے یہاں ظلم سے مراد شرک کو قرار دیا اور اس آیت: إِنَّ الشَّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ -(لقمان ۳۱:۱۳) کو بطور دلیل پیش کیا۔ [59]

حضرت عمر نے ایک مرتبہ دوران خطاب منبر پر یہ آیت: وَفَاكِهَةً وَأَبًّا۔ (عبس ۸۰:۳۱) (اور طرح طرح کے پھل، اور چارے۔) تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ فاکہہ سے تو ہم واقف ہیں کہ پھل کو کہتے ہیں لیکن یہ ابا کیا چیز ہے؟ اور پھر خود ہی فرمایا کہ اے عمر! یہ تو تکلف ہی ہے کہ (ہر مفرلفظ کا معنی معلوم کیا جائے)۔ اسی طرح ایک بار آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ

رَحِیمٌ۔(النقل ١٦:٢٧) وہ جو کچھ بھی کرنا چاہے یہ لوگ اس کو عاجز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی نرم خو اور رحیم ہے۔ اور پھر سوال کیا کہ تخوف کے معنی کیا ہیں۔ وہاں قبیلہ بنو ذیل کا ایک شخص موجود تھا، اس نے کہا کہ ہماری زبان میں اس کا مطلب نقص اور کمی ہے، اور ثبوت کے لیے یہ شعر پڑھا:

تخَوفَ الرجُلُ منها تامكاً قَرِداً   كما تَخَوَّفَ عُودَ النبعة السَفِنُ[60]

چنانچہ تفسیر قرآن کا سب سے بنیادی ماخذ قرآن اور اس کے بعد حضرت محمد السلام کی ذات گرامی ہے۔ آپ گویا سب سے پہلے مفسر قرآن بھی تھے۔ آپ کا عمل و کردار اور سنن و عادات بھی کچھ قرآن پاک کی تفسیر ہی ہے۔ آپ کا یہ ہم نے قرآن مجید کے ان تمام اشکالات کی جو اس زمانے کے لوگوں کو پیش آئے اپنے سے وضاحت کر مجید کی شرح وساعت بی کر کے فرائض نبوت کا ت تھی اتعالی نے کے لوگوں کو پیش آئے، اپنے قول و عمل سے وضاحت کر دی۔ قرآن مجید کی شرح وضاحت نبی کریم کا اسلام کے فرائض نبوت کا حصہ تھی۔ اللہ تعالی نے اس ذمہ داری کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔(النحل ١٦:٢٢) اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح وتوضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے، اور تاکہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں۔

چنانچہ نبی کریم کی اسلام سے منسوب تغیری روایات کا ایک بڑا ذخیرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔

اختصار فی التفسیر کے متعلق علماء کے اقوال: قائلین ومانعین

علماء محققین کا اختصار کے جواز و عدم جواز کے بارے میں اختلاف ہے بعض اس عمل کو جائز قرار دیتے ہیں اور بعض ناجائز قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کرتے ہیں، ایک طبقہ بالکل مند ہو کر بالکیہ رد کرتا ہے اور دوسر طلبہ اتنا مترجم ہے کہ بغیر شرائط وضوابط کے عمل اختصار کو جائز سمجھتا ہے جبکہ اس میں حق موقف یہ ہے کہ اختصار چند شرائط وضوابط کے ساتھ جائز ہے، جواز اور عدم جواز کے حوالہ سے چند توضیحات درج ذیل ذیل ہیں۔

اختصار کے جواز کے قائلین

امت کا کثیر طبقہ یہ رائے رکھتا ہے کہ عمل اختصار نا صرف جائز ہے بلکہ متفرق علوم وفنون کے مختصرات تیار کرنا انسانی ضرورت بھی ہے، اور یہ ضرورت شروع عہد سے متعارف و متعامل ہے، بلکہ مشہور مصنفین میں سے اکثر نے کتب کے اختصارات تیار کیے ہوئے ہیں، مثلا ابن منظور افریقی (61) لسان العرب میں متفرق جگہوں پر لکھتے ہیں کہ پانچ سو سے زائد مجلدات پر مشتمل میں نے مختصرات دیکھی ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ فنون وادب میں ایسی کوئی مطول کتاب نہیں ہے جس کا کوئی خلاصہ واختصار نہ ہو۔ اسی طرح نے بھی علوم وفنون پر مشتمل کئی کتابوں کا اختصار تیار کیے ہیں، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ذھبی نے پچاس سے بھی زائد اہم کتب کے مختصرات تیار کیے ہیں۔ اسی طرح ابن خلدون، ابن حزم وغیرہ بھی اختصار کو تصنیفات کے اہم مقاصدات میں سے شمار کرتے ہیں، ہاں البتہ یہ لوگ عمل اختصار کے لیے چند شرائط وضوابط بھی عائد کرتے ہیں جن کا ذکر اگئے موجود ہے۔

اختصار کے عدم جواز کے قائلین

بعض محققین کہتے ہیں کہ کسی بھی کتاب کے اختصار کو تیار کرنا یہ کتاب کے ساتھ شمنی اور اس کے ساتھ ظلم کے برابر ہے، اس رائے کے قائلین میں جاحظ اور یاقوت حموی ہیں، یاقوت حموی اپنی مشہور کتاب معجم البلدان کے مقدمہ میں جاحظ کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ثم اعلم أن المختصر لكتاب كمن اقدم على خلق سوى، فقطع اطرافه فتركه اشل اليدين، ابتر الرجلين، اعمى العينين، اصلم الاذنين، وكمن سلب امرأة حليها فتركها عاطلاً، وكالذى سلب الكمي سلاحه فتركه اعزل راجلا - [62]وقد حكى عن

الجاحظ انه صنف كتابها ، وبوبه أبوابا ، فاخذه بعض اهل عصره من الكتاب فحذف منه اشياء، وجعله اشلاء، فاحضره الجاحظ، وقال له : " يا هذا ان المصنف كالمصور، واني قد صورت في تصنيفي صورة كان لها عينان فعورتهما اعمى الله عينيك،[63] وكان لها اذنان فصلمتهما صلم الله اذنيك، وكان لها يدان فقطعتهما قطع الله يديك حتى عد اعضاء الصورة، فاعتذر اليه الرجل بجهله هذا المقدار، وتاب اليه عن المعاودة الى مثله ۔ "(64)

حافظ کہتے ہیں کسی بھی کتاب کا اختصار کرنا ایسے ہی جیسے کسی کی تخلیق بری ہو یعنی اطراف کئے ہوئے ہوں، ہاتھوں سے معذور ہو، پاؤں سے لنگڑا ہو، آنکھوں سے اندھا ہو، کانوں سے بہرا ہو، اور کتاب کا اختصار تیار کرنا ایسے ہی جیسا کہ کسی عورت سے اس کا زیب وزینت چھین لینا ہے ایسے ہی کسی سے اسلحہ چھین کے بے سروسامان کر دینے کی طرح ہے۔ بعض مفکرین عمل اختصار کو جمود فکری بقیہ علمی اور تخلیقی عمل کے مانع قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو تجدید وابتکار سے ڈرتے ہیں وہ اختصار سے کام لیتے ہیں اور جن کی فکر بلند ہوتی ہے اور نت نئے علوم وفنون سے ان کو واسطہ پڑتا ہے تو وہ اختصار کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے ان لوگوں کے ہاں تصنیف وتالیف کی ایک نئی قسم متعارف ہوگئی جس کو بعد کے زمانہ میں حواشی وشروح اور توضیحات کو عنوان دیا گیا۔ (65)

اس مسئلہ میں حرف فیصل

اکثر عمل اختصار کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ بعض لوگ اس عمل کو ناجائز سمجھتے ہیں اس مسئلہ میں بہترین فیصلہ یہ ہو سکتا ہے کہ چند شرائط وضوابط کے ساتھ عمل اختصار جائز ہے، اگر ان شرائط وضوابط کا لحاظ نہ رکھا گیا تو پھر اختصار جائز نہیں ہوگا، اور یہ بھی ضروری ہے کہ عمل اختصار فوائد کے پیش نظر ہونا چاہیے، اس بحث کو ڈاکٹر بشار عواد کی رائے کے ساتھ ختم کرتے ہیں:

> "ومما يثير الانتباه ان مختصرات الذهبي لم تكن اختصارات عادية يغلب عليها الجمود والنقل، بل ان المطلع عليها الدارس لها بروية وامعان يجد فيها اضافات كثيرة، وتعليقات نفيسة، واستدراكات بارعة، وتصحيحات وتصويبات المؤلف الاصل اذا شعر بو همه او غلطه و مقارنات تدل على معرفته و تبخره في فن الكتاب المختصرفهو اختصار مع سد نقص وتحقيق ونقد وتعليق وتدقيق، وهو امرلا يتاتى الا للباحثين البارعين الذين اوتوا بسطة في العلم ومعرفتة بفنونه (66)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ اختصار جمود فکری کی دلیل نہیں ہے اور جن لوگوں نے مختصرات ومتون تیار کیسے ہیں، انہوں نے کوئی عمل گناہ نہیں کیا ہے بلکہ اس سے بھی علم وفکر کا فروغ ہوا علوم وفنون کی حفاظت میں اختصار نے اہم کردار ادا کیا ہے، بلکہ مختصرات کو زبانی حفظ کرنا آسان ہوتا ہے، اس لیے کہ مطولات اپنی طوالت کی وجہ سے ضبط میں نہیں آسکتیں جبکہ مختصرات کو حفظ کرنا سہل ہوتا ہے۔

اختصار فی التفسیر کے اسباب اور اصول وضوابط

اختصار فی التفسیر کے مذہبی، دعوتی، تہذیبی اور معاشرتی اسباب ووجوہات

اگر اسلامی علوم وفنون کے ادب کا تاریخی مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوگی مسلم مفکرین نے اپنی مذہبی ہمانی تہذیبی وتمدنی اور معاشرتی ضرورت کے تحت ہی متفرق علوم وفنون کی ناصرف تدوین نو کی ہے بلکہ کئی ایسے علوم وفنون بھی ہیں جو پہلی بار معرض وجود میں آئے تھے۔ یہ سب کچھ اسلام کے علمی وفکری انقلاب کا نتیجہ تھا کہ علم وشعور کا ارتقاء ہوا مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کے اختلاط سے کئی نئے مسائل وجود میں آتے ہیں۔ نئے متحدیات کا سامنا ہوتا ہے، یہ متفرق تحدیات اپنے تنوع کے باجود ان میں ایک طرح کا تفرق بھی موجود ہوتا ہے، مثلا کچھ امور اس لیے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کے وجود کا داعیہ مذہبی پس منظر ہوتا ہے، کچھ تحدیات اس لیے رونما ہوتے ہیں کہ ان کے وجود کا باعث تہذیب کے گورکھ ہوتے ہیں، بسا اوقات انسان کا اجتماعی معاشرہ وسماج اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ اس خاص اسلوب میں یہ چیز وجود پزیر ہو، بہ ہر حال متفرق امور کے وجود کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں، اسی طرح اختصار فی التفسیر کے بھی کئی اسباب ہیں، جن کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں

مختصرات کا ایک وسیع و عریض سلسلہ جاری وساری ہوا، ان اسباب میں سے کچھ اسباب عمومیت کا درجہ رکھتے ہیں یعنی انسانی طبع کا عمومی تقاضہ تھا کہ مختصرات وجود میں آئیں، اور کچھ اسباب خصوصیت کا درجہ رکھتے ہیں یعنی چند خصوصی اسباب ایسے تھے جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں مختصرات کو تیار کرنے کا داعیہ بیدار ہوا، ان خصوصی اسباب کے مظاہر مذہبی، دعوتی تہذیبی اور معاشرتی بھی ہوسکتے ہیں، یہ ہر حال ہم یہاں دونوں پہلوؤں کے اہم گوشوں پر کلام کرتے ہیں تا کہ مسئلہ کی حقانیت واحقاقیت واضح ہو سکے۔

اختصار فی التفسیر کے عمومی اسباب وعلل

1۔ ہر معاشرے کی طرح مسلم معاشرہ میں بھی کچھ ایسے طبائع پیدا ہوئی تھیں جو اپنے ذہنی تفکر کے ساتھ اختصار وایجاز بند تھے، صاف ظاہر ہے اس طرح کی نفسیاتی طبائع کا تعلق کسی خاص زمانہ سے تو نہیں ہو سکتا اور کسی خاص وقت و مکان سے جوڑا جاسکتا ہے، ویسے بھی قدیم انسانی فکر کا جائزہ لیں تو یہ حیران کن نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ جدید انسان کی بجائے قدیم انسان اپنے ذہنی وفکری ڈھانچہ میں کافی مضبوط و مربوط تھا، اس کی عقل وفکر میں سہل وکبل پسندی کی بجائے گہرائی و گیرائیت کے عناصر موجود تھے، قدیم انسان آسانیوں کے بجائے مشکلات کا متلاشی رہتا، علم وفکر کے ان سانچوں کو تلاش کرتا جن میں دقتیں ہوں مشقیں ہوں، یہی وجہ ہے کہ ایسی طبائع مطولات سے اجتناب کرنے لگے اور مختصرات کو پسند کرنے لگے یہ پسندیدگی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ ہر علم وفن میں مختصرات کو اہمیت دی جانے لگی مختصرات پر مشتمل کتب کا فروغ ہونے لگا، مطولات سے لوگ دور بھاگنے لگے، اور آخر کار ایک پورا علم وفکر اس نہج پر چل پڑا، جب دیگر علوم وفنون میں مختصرات کو اہمیت دی جانے لگی تو علم التفسیر بھی اسی اختصاری فکر سے محفوظ وموصول نہ ہوسکا، بلکہ مفسرین نے بھی تفسیر میں مختصرات تیار کرنے شروع ہوگئے، اسی بات کو الواحدی نے اپنی کتاب الوجیز فی التفسیر اردو تفسیری ادب میں اختصار فی التفسیر کی روایت کے مقدمہ میں بڑے جامع انداز میں پیش کیا ہے، اور اسی چیز کی طرف ابن الحاجب المالکی (67) بھی اپنی اصول فقہ کی مختصر کتاب اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

لما رأيت قصور الهمم عن الاكشار، وميلها الى الايجاز والاختصار، صنفت مختصر فى اصول الفقه (68)

جب میں نے دیکھا کہ طویل ومطلات سے لوگ جان چھوڑا رہے ہیں اور ان کی طبیعتیں ایجاز واختصار کی طرف مائل ہو رہی ہیں تو میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اصول فقہ میں ایک مختصر تیار کروں۔

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ سابقہ زمانوں میں اختصار کا یہ عمومی سبب بہت اہمیت رکھتا تھا بلکہ ہمارے دور میں تو یہ سبب بالکل واضح اور جلی صورت اختیار کر چکا ہے جس کے انکار کی کسی بھی طرح سے کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

ہر زمانہ کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں اور ہر عہد میں جداگانہ اختلافات رونما ہوتے ہیں، یہ اختلافات اس بات کے متقاضی ہوتے ہیں کہ ان کی عصری موافقت کے اعتبار سے ہی ان کے ساتھ رویہ برتا جائے، اگر اس اصول کو فراموش کر دیا جائے تو انسانی سماج لمحہ بھر میں ہی بکھر جائے گا اور اختلافات وانتشار سے دنیا میں فتنہ وفساد کا بازار گرم ہو جائے گا جس کی نتیجہ میں انسانی دنیا میں امن وسکون غارت ہو جائے گا، اسی امن وسکون ہے جبکہ متاخرین کا زمانہ اسلامی علوم وفنون کے استقرار اور تنقید کا زمانہ تھا، اور تنقیدی عہد کی اپنی خصوصیات وتمیزات ہوتی ہیں اور اس کے اپنے التفسیریر کے لغوی پہلو کو۔ لے کر مختصر تیار کرنے لگا تو کوئی لسانی وادبی پہلوؤں کے تناظر میں مختصرات کو تیار کرنا شروع ہو گیا، اسی طرح روایات ودریات اور اختلاف وانتشار کو کم کرنے کے لیے ہر عہد میں نت نئے نئے اسالیب بیان، انداز گفتگو، اور مناھج وطرق انسان وضع کرتا آیا ہے، اسلامی معاشرے ابتداء میں جو اسالیب بیان مروج ہو چکے تھے وہ متاخرین کے ہاں زیادہ سود مند ثابت نہ ہوئے، جس کے نتیجے میں متاخرین کے عہد کے تقاضے پورے نہیں ہو رہے تھے اس لیے کہ متقدمین کا زمانہ علوم وفنون کے ارتقاء وتدوینکا عہد تھا جس میں طوالت ہی مناسب ولائق ہوتی تقاضے ہوتے ہیں جن کو پورا کرنا بہ ہر حال ضروری ہوتا ہے۔ متقدمین نے جن علوم و معارف کو بڑی تفصیل وطوالت کے ساتھ مدون کیا تھا، جس میں طویل سے طویل تر اسناد، پھر مقصود کے بیان کے طویل فقرات وجملات مگر متاخرین نے خود ان تمام چیزوں سے

بے نیاز کرتے ہوئے محض مقصود پر اعتماد کیا جس کے نتیجے میں ہر علم و فن میں مختصرات کا سلسلہ شروع ہو گیا، یہی وجہ ہے علم التفسیر میں بھی متقدمین جن تفسیری روایات کو طویل سے طویل تر اسناد کے ساتھ ذکر کرتے تھے متاخرین کے ہاں ان اسناد کی مقصود کے حوالہ سے کوئی زیادہ اہمیت نہ رہی بس اس فکر کے نتیجے میں اسانید کو حذف کیا جانے لگا، معانی و مطالب کے بیان کے لیے کم سے کم الفاظ کے انتخاب پر اعتماد کیا جانے لگا، اس عمومی فکر نے علم التفسیر میں بھی مختصرات کی فکر کو اتنا ہی فروغ دیا جتنا دیگر علوم و فنون میں فروغ دیا تھا، اس اختصاری فکر کے زیر اثر علم التفسیر کے متفرق نسخوں کو تیار کیا جانے لگا کوئی علم کے سانچوں میں بھی مختصرات تیار ہونے لگے جس کی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں ہے۔(69)

اختصار فی التفسیر کے خصوصی اسباب و علل

اختصار فی التفسیر کے خصوصی اسباب و علل میں کئی طرح کے دوائی شامل ہیں، بسا اوقات تبلیغی و دعوتی ضرورت کے تحت مختصر تفسیر تیار کی جاتی ہے، کیونکہ دعوت و تبلیغ میں عام قاری مخاطب ہوتا ہے، جس کی وجہ طویل علمی مباحث اس کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت نہیں ہوتیں بلکہ امر و نہی پر کیونکہ موت میں عام ہو تا وہ طویل ملی اس کے لیے مشتمل احکامات اور وعظ و نصیحت پر مشتمل واقعات کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ عام قاری کو قرآن کے اصل مقصد و پیغام سے روشناس کرایا جاسکے اور اپنی نجی زندگی میں وہ قرآنی تعلیمات کو شامل کر سکے۔ اختصار فی التفسیر کے خصوصی اسباب و علل میں دوسرا داعیہ یہ موجود ہوتا ہے کہ معاشرے میں اسلوب بیان ایسے مروج ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے وہ مخصوص معاشرہ زیادہ تفصیلات کا متحمل نہیں ہو سکتا یا پھر زیادہ تفصیلات اس کے لیے کار آمد ثابت نہیں ہوں گی، یہی وجہ ہے کہ اس معاشرتی روش کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختصر تفاسیر تیار کی جاتی ہیں تاکہ اجتماعی طور پر معاشرہ ان سے مستفید ہو سکے۔ یہ ہر حال خصوصی اسباب کئی طرح کے ہو سکتے ہیں، اور ان خصوصی اسباب کے مظاہر مذہبی، دعوتی تہذیبی اور معاشرتی میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے، ذیل میں ہم چند مخصوص اسباب و علل کا ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلہ کی تفہیم بہ احسن طریقے سے ہو سکے۔

اختصار فی التفسیر کا معاشرتی سبب

۱۔ مختصر تیار کرنے کا سب سے پہلا خصوصی سبب یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں مروج کتب تفاسیر اپنی طوالت کی وجہ سے افادیت کھو چکی ہیں لہذا معاشرہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسی تفسیری کتاب ہو جس میں نہ حد سے زیادہ طوالت ہو، نہ کثرت تکرار ہو، اور نہ ہی اتنی زیادہ مباحث ہوں کہ انسان قرآن کے اصل مقصود سے ہی نکل جائے، لہذا مختصر کا مصنف ان اسباب کے پیش نظر ایک ایسی جامع تفسیر تیار کرتا ہے جس میں نہ تو طوالت ہو، نہ کثرت تکرار ہو اور نہ ہی کتاب کا حجم کئی مجلدات پر مشتمل ہو جائے اور پڑھنے والے بھی اس کے مطالعہ سے مسرور ہو جائیں، اس حوالہ سے ابن ابی زمنین اپنی تغیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

> فاني قرأت كتاب يحيى بن سلام في تفسير القرآن، فوجدت فيه تكرارًا كثيرا، واحاديث ذكرها يقوم علم التفسير دونها ، فطال بذلك الكتاب، و انه للمذى خبرته من قلة نشاط اكثر الطالبين للعلوم في زماننا هذا الا الى ما يخفت في هذا الكتاب على الدارس، ويقرب للمقيد - نظرت فيه فاختصرت فيه مكرره و بعض احاديثه - (70)

اختصار فی التفسیر کا مذہبی سبب

۲۔ مختصر تفسیر کو تیار کرنے کا ایک داعی مذہبی نقطہ نظر بھی ہوتا ہے کہ مذہبی طور پر ایسی تفسیر ہونی چاہیے جو فاسد عقائد سے خالی ہو، جس میں باطل نظریات نہ ہوں، اسرائیلی روایات نہ ہوں، اخبار واہیہ نہ ہوں، احادیث ضعیفہ و موضوعہ نہ ہوں، بلکہ ایک ایسی جامع تفسیر ہو جس میں محض مسلمہ نظریات و قواعد اور اصولوں کے تناظر میں قرآن کی تفسیر بیان کی جائے بلکہ یہی وہ اہم سبب ہے جس نے کئی مصنفین کو اختصاری تفاسیر تیار کرنے کی طرف داعیہ دیا ہے، ماضی کی کتب تفسیر میں اس کی کئی امثلہ موجود ہیں مثلاً امام بغوی نے اس لیے تفسیر لکھی تھی تاکہ ثعلبی

کی تفسیر میں موجود احادیث موضوعہ، وضیعفہ سے لوگوں کو بچایا جاسکے اور اس میں موجود اسرائیلی روایات اور اخبار واہیہ سے لوگ اجتناب کر سکیں۔

اختصار فی التفسیر کا سماجی سبب

۳۔ اختصار فی الفقیر کا ایک سماجی سبب ودائی یہ بھی ہے کہ ایک سماج ایسا تھا جس میں کثرت اسناد، اور کثیر طرق روایات کو بڑی اہمیت حاصل تھی لوگ ایک ایک بات کو کئی کئی اسناد اور بھی کئی طرق سے ذکر کرنے اور بیان کرنے کے عادی تھے مگر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ اسانید کی کثرت اور طرق روایت کے تکثر کے بغیر محض اصولی بات سمجھنا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں اختصار فی التفسیر کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے ہیں۔ سمجھنا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں اختصاری تفاسیر ہی اس ضرورت کو پورا کر سکتی ہیں، بسا اوقات تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ اولین مرحلہ پر ہی کوئی ایسی جامع و مختصر تفسیر تیار کی جاتی ہے یا پھر مولف کتاب پہلے کوئی طویل تغیر تیار کرتا ہے پھر بعد ازاں اسی کتاب کا مختصر بھی تیار کرتا ہے ، جیسا کہ اس کی مشاعلامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی تفسیر تبیان القرآن ہے، اولا مصنف نے طویل مباحث کے ساتھ چودہ جلدوں میں تفسیری کتاب تیار کی پھر بعد ازاں اس کا خلاصہ تبیان الفراقان کے عنوان سے مختصر حواشی کے ساتھ خود ہی تیار کرلی، اور ماضی میں اس کی مثال سیوطی کی الدر المنشور رہے جس کو آپ نے ترجمان القرآن کا خلاصہ قرار دیا ہے، بن الدر المنثور کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

> "فلما ألفت كتاب ترجمان القرآن وهو التفسير المسند عن رسول الله ﷺ واصحابه منه، وتم بحمد الله في مجلدات، فكان ما اوردته فيه من الآثار بأسانيد الكتب المخرج منها واردات رايت قصور أكثر الهمم عن تحصيله ورغبتهم في الاقتصار على متون الاحاديث دون الاسناد وتطويله، فلخصت منه هذا المختصر، مقتصرا فيه على متن الاثر مصدرًا بالعزو والتخريج الى كل كتاب معتبره (71)

اختصاری فی التفسیر کا دعوتی سبب

۴۔ بسا اوقات مختصر تفسیر تیار کرنے میں یہ دعوتی و تبلیغی داعیہ بھی شامل ہوتا ہے کہ عام طور پر کتب تفاسیر طویل مباحث، کثیر اختلافی مسائل، اور قرآن کے مقصد اصلی سے خارج ایسے اقوال موجود ہیں جن کی عام فرد کو بالکل ضرورت نہیں ہے، اب اس ضرورت کے تحت سابقہ کتب تفاسیر سے کثرت اقوال کو حذف کر دیا جاتا ہے، اختلافی مسائل کی کثرت کو کم کر دیا جاتا ہے اور صرف اتنے مقصد پر اعتماد کیا جاتا ہے جس سے عام قاری کو دعوتی ومنذ ہی فائدہ ہوسکے مثلا جیسے شیخ عرفان حسونہ نے تفسیر قرطبی کو سامنے رکھ کر مختصر تیار کی کیونکہ قرطبی میں تو ہر طرح اور ہر علم کی نوع پر بکثرت اقوال مل جاتے ہیں جس میں نحو، صرف، بلاغت، تاریخ، حدیث اور دیگر کئی علوم وفنون کی مباحث شامل ہیں مگر شیخ عرفان کہتے ہیں:

غير اني مع شدة اعجابي بالكتاب فقد رايت ان اجتزى منه مادة التفسير، لتكون سهلة المنال، وقليلة الكلفة، ليسهل على المسلم تناولها، والافادة منها ۔ " (72)

اختصاری فی التفسیر کا تخصیصی سبب

۵۔ مختصر تیار کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ چند مخصوص آیات کی تفسیر چند مخصوص احادیث کے تناظر میں پڑھنا چاہتے ہیں تو اب لوگوں کی اس ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک خاص انداز سے مختصر اسلوب میں تفاسیر تیار کی جاتی ہیں تاکہ ان مخصوص لوگوں کو فائدہ ہو سکے، اس حوالہ سے شیخ السعدی (73) اپنی کتاب تیسیر اللطیف المنان فی خلاصہ تفسیر القرآن (74) میں فرماتے ہیں:

> اما بعد: فقد كنت كتبت كتابا في تفسير القرآن مبسوطاً مطولا ، يمنع القراء من الاستمرار بقراءته، ويفتر العزم عن نشره، فاشار على بعض العارفين الناصحين أن أكتب كتابا غير مطوّل يحتوى على خلاصة ذلك التفسير ونقتصر فيه على الكلام على بعض الآيات التي نختارها وننتقيها من جميع مواضيع علوم القرآن و مقاصده فاستعنت الله على العمل على هذا الرأى الميمون (75)

بسا اوقات مختصر تفسیر تیار کرنے کا یہ بھی سبب ہوتا ہے تاکہ عام قاری کے لیے متفرق تفاسیر میں موجود نکات سہولت کے ساتھ میسر ہو جائیں طویل عبارات کی بجائے عبارت مختصر ہو جائے، تاکہ قرآنی آیات کے معانی کی تفہیم بہ آسانی ممکن ہو سکے، اس طرح کی تفاسیر عام طور پر قرآن عظیم م کے حواشی کے طور پر استعمال ہوتی ہیں تاکہ عام قاری مطلوبہ آیت کے اصل مفہوم کو سمجھنے کی اہلیت پیدا کر سکے۔ اس طرح کی تفاسیر کی اردو میں تفسیر ماجدی تفسیر خزائن العرفان، احسن البیان اور دیگر تفاسیر میں جبکہ عربی میں اوجز التفاسیر من تفسیر ابن کثیر شیخ خالد العمک کی ہے، ایسے ہی نفختہ العبر من زبدۃ التفسیر، شیخ ڈاکٹر محمد سلیمان الاشقر کی ہے، اس کے علاوہ عربی و اردو میں اور بھی کئی کتب تفاسیر موجود ہیں۔

اختصار فی التفسیر کے اصول وضوابط اور شرائط

ہر عمل کے لیے چند شرائط وضوابط مقرر کیے جاتے ہیں، تاکہ ان کی روشنی میں مقصود وہدف تک رسائی آسانی سے ممکن ہو سکے، اگر کوئی عمل شرائط وضوابط سے خالی ہو تو پھر مقصود کے متفرق پہلوؤں خلل واضطراب واقع ہو گا، جس کے نتیجے میں یہ عمل مثبت نتائج کی بجائے منفی نتائج بر آمد کرے گا جس سے معاشرے کو کوئی فائدہ نہ ہو گا، اسی وجہ سے عمل اختصار کے لیے چند شرائط وضوابط ہیں تاکہ مقصود کو خلل واضطراب سے محفوظ کیا جا سکے، اور ان شرائط وضوابط کی موجودگی میں عمل اختصار اتقان، جودت کے اقرب ہو سکے اور ان مظاہر کے ساتھ ظہور پزیر ہو سکے جو اس کے تقاضوں کے مطابق اور اس کے احوال کے مناسب ہو۔

اخلاص فی العمل

۱۔ سب سے پہلی شرط اخلاف فی العمل ہے، یہ ایسی شرط ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے اپنے تمام معاملات واعمال میں اس شرط کو ملحوظ نظر رکھے، اگر کسی مسلمان کا کوئی بھی عمل اخلاص سے خالی ہو تو اس میں کئی طرح کے نقص موجود ہو سکتے ہیں جو اس کے عمل کو ناقص بنانے میں محمد معاون ثابت ہوں گے، اسی طرح جو شخص کسی مطول کتاب کا مختصر تیار کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے بھی اخلاص فی العمل ضروری ہے، اور اس ساری جد وجہد کا مقصد باری تعالیٰ کی رضا کا حصول ہونا چاہیے، اس نیک مقصد کے حصول کے لیے مادی و دنیاوی فائدہ کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے اور نہ ہی محض اس کے حصول میں رات دن صرف کرنے چاہیے بلکہ اصل مقصود رضائے الہی کا حصول ہو باقی چیزیں بذات خود ہی حاصل ہو جائیں گی ، اور نہ ہی اپنے اس عمل سے کسی بد مذہب اور باطل دین کی معاونت کا عندیہ ہو اور نہ ہی اس کے ذریعہ سے شہرت وریا کا تصور ہو اور نہ ہی اس عمل میں لوگوں کی تعریف و مذمت کا احساس ہو بلکہ محض رضائے الہی کے حصول کے لیے خالص علمی جد وجہد کی جائے۔

امانت فی العلم

۲۔ دوسری شرط علم میں امانت کو ملحوظ خاطر رکھنا، اس میں خیانت سے اجتناب کرنا یعنی جس کا، جو قول ہو اس کو اس کے اصل قائل کی طرف لوٹنا، اور مصنف کے کلام میں تحریف و تاویل سے کامل اجتناب کرنا، جو کچھ مصنف نے بیان کیا ہے اس کو کامل طریقے پیش کرنا، جب تک متن میں تاویلات کا کوئی داعیہ موجود نہ ہو تو اصل متن میں تاویلات سے اجتناب کرنا علم میں امانت کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ مختصر کو بھی مصنف کی طرف منسوب کیا جائے اور اپنے عمل سے واضح کرے کہ یہ مختصر جس مطول سے مختصر کی گئی ہے وہ اس سے الگ نہیں ہے اور مطول کے مصنف و مولف کا بھی واضح انداز میں اعتراف کرے۔(76)

مطلوبہ اہلیت وصلاحیت

۳۔ کسی بھی کتاب کو مختصر کرنے کے لیے جس قدر اہلیت وصلاحیت کی ضرورت ہو، وہ اہلیت وصلاحیت اور علم وفن میں مہارت بھی کامل طریقے سے موجود ہو، ایسا نہ ہو کہ مطلوبہ علم وفن کی امہات ومقدمات کی خبر نہ ہو اور اس کے مختصرات کو تیار کرنے کا عندیہ ہو بلکہ اولا مطلوبہ

صلاحیت بہ و اہلیت کا ہونا ضروری ہے پھر اس علم و فن کی مختصر تیار کی جائے، اور اختصار فی التفسیر کے لیے وہ ہی ساری شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو مفسر کے لیے ضروری می کیونکہ ینی بابا کی کمی کا اختیار کیا جارہاہے تو اس کے لازم ہے کہ تم کا کاحملہ ہو تا کہ عانی ومفاہیم کو بہت الفاظ بھی میں ڈھال سکے، اس لیے کہ تفسیر کے میدان میں معمولی سی خطا بھی بہت معنی رکھتی ہے کیونکہ اس سے مراد اللہ کی تفہیم میں کمی وپیشی ہو سکتی ہے۔ اس لیے اختصار فی التفسیر میں مطلوبہ صلاحیت و اہلیت کا اعلی درجہ میں پایا جانا ضروری ہے۔ (77)

حسن اختیار

۴۔ جب بھی کسی کتاب کا اختصار تیار کیا جائے تو ممکن الحد تک کوشش ہو کہ سب سے بہترین اور سب سے اعلی مواد کا انتخاب ہو تا کہ ان سے عظیم فوائد کا حصول ممکن ہو سکے کیونکہ ہر کتاب تو مختصر نہیں ہوتی اسی وجہ سے اختصار کرتے ہوئے اس اصول کا لازمی خیال رکھا جائے بالخوص اختصار فی التفسیر کے معاملہ میں تو نہایت شدت کے ساتھ اس ضابطہ پر عمل کیا جائے تا کہ کتاب اللہ کے اہم فوائد کا حصول ممکن ہو سکے۔ (78)

تحدید ضوابط

۵۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ کسی بھی فن میں مختصر تیار کرنے والا اپنے کام کے ضوابط کی حد بندی کر لے اور اختصار کن طریقوں سے کرے گا اس بھی بھی واضح طور پر بیان کر دے، اور یہ سب کچھ اپنے مقدمہ کے شروع میں ہی واضح کر دے ایسا نہ ہو کہ اس کے طے کردہ ضوابط اور عمل میں تضاد واقع ہو جائے بلکہ مقدمہ کے شروع میں کام کے مکمل طریقے احسن اصولوں کے ساتھ واضح ہو سکے۔ (79)

مسائل کتاب پر مہارت

٦۔ کتاب کے اصل مسائل اور اساسی افکار پر کامل طریقے سے مہارت حاصل ہو، ان دونوں میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہ ہو، ابن خلدون اور دیگر مصنفین کے ہاں کسی بھی کتاب د فن کے اختصار کرنے کے لیے یہ بنیادی اور اساسی شرط ہے۔ (80)

حذف انحرافات

۷۔ اگر اصل کتاب میں کہیں کسی جگہ انحرافات موجود ہیں تو ان کو حذف کر دینا مثلاً جس طرح اقوال شاذہ میں، افکار مبتدعہ ہیں، کیونکہ یہ امور میں افکار بت نہیں، یہ امور کتاب کی اصلاح میں سے ہیں اور منکر کو معروف کے ساتھ بدلنے میں سے ہیں، ہاں البتہ ان کے حذف کی طرف اشارہ ضرور کر دینا چاہیے۔ (81)

توضیح مشکلات

اسی طرح اگر اصل کتاب میں کہیں کسی جگہ پر مشکلات ومبہات موجود ہیں تو ان کی وضاحت کر دینا تا کہ مرادی معنی کی توضیح ہو سکے۔ (82)

عدم تغییر ترتیب اصل کتاب

بغیر کسی حاجت ضروریہ کے اصل متن کے مفہوم میں اور اصل کتاب کی ترتیب کو نہ بدلنا، ہاں اگر اصل کتاب کی ترتیب میں کہیں سقم موجود ہے، یا اصل کتاب کی ترتیب میں کہیں تبدیلی کی اشد حاجت محسوس ہو رہی ہے تو پھر اپنی مختصر میں اس کو اس اسلوب میں تبدیل کرنا کہ اصل کی ہیت بھی اپنی جگہ پر کافی حد تک بر قرار رہے۔ (83)

تکمیل نقص

اصل متن میں کہیں کوئی نقص موجود ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس نقص کو بھی دور کرے اور ساتھ ساتھ اصل کتاب میں بھی اس بات کی توضیح کر دے کہ اس میں کسی طرح کا نقص موجود تھا اور میں نے اس کو اس اس اسلوب میں مکمل کیا ہے اور ان ان چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ (84)

تنقیص مصنف سے اجتناب

اراحتی الامکان مصنف کتاب کی تنقیص سے یا پھر استخفاف سے کامل طور پر اجتناب کرنا چاہیے، اسی طرح مصنف نے اپنی کتاب میں جو منہج اختیار کیا ہے اس کی بھی حتی الامکان تنقید سوء سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ مصنف کی جلالت علمی برقرار رہے۔ (85)

اختصار میں مبالغہ سے اجتناب کرنا

آخری شرط یہ ہے کہ اختصار کرنے میں نہایت مبالغہ سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ اختصار کرتے کرتے معانی و مفاہیم کی تقسیم نہایت دقت آمیز ہو جائے اور مقصود کی فہم سے بالاتر ہو جائے اور لوگ اس مختصر سے علمی نفرت کرنے لگے اور اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں بلکہ اعتدال پر مبنی اختصار سے کام لیا جائے تاکہ معانی و مفاہیم اور مقصود و مطالب کی تفہیم آسانی سے ممکن ہو سکے۔ (86)

اختصار فی التفسیر کے فوائد

اگر اختصار کو بہترین اصول و قواعد اور مکمل شرائط و ضوابط کے ساتھ ذکر کیا جائے تو یقیناً اس کے فوائد کے کثیر ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ فوائد بھی اس کو حاصل ہو سکتے ہیں جس کو علم و فن کے ساتھ شغف ہو بالخصوص تفسیری اختصارات کے نکات سے وہ ہی مستفید ہو سکتا ہے جو اس علم و فن میں پہلے سے ہی شوق رکھتا ہو اگر کسی کو شوق و ذوق ہی نہ ہو تو اس کے لیے یہ نکات کسی فائدہ کے نہیں ہوں گے۔ یہاں ہم اختصاری فی التفسیر کے چند فوائد کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلا فائدہ: تکرار سے اجتناب

ا۔ مقصد پر اعتماد کرنا تکرار سے اجتناب کرنا، بے جا تفصیل سے پرہیز کرنا، ان کو علمائے اسلام نے تالیفات کے مقاصدات میں سے اہم مقصد شمار کیا ہے، جس کی وضاحت شروع میں بھی ہو چکی ہے، اور یہ بات بھی معلوم شدہ ہے کہ تکرار و طوالت کتاب کے مطالعہ میں رکاوٹ کا باعث بن جاتے ہیں، بالخصوص ہمارے زمانے میں لوگوں کی مصروفیات بہت زیادہ بڑھ چکی ہیں اور متفرق امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے طویل سے طویل تر کتب تفسیر کے مطالعہ سے اجتناب کرتے ہیں ہاں البتہ مختصر تفسیری حواشی ہوں تو ان کا مطالعہ بھی آسان ہوتا ہے اور نکات بھی جلد ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

دوسرا فائدہ: فاسد و باطل نظریات کا ابطال کرنا

بسا اوقات طویل کتب میں فاسد و باطل عقائد موجود ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مطالعہ کرنے والے کے عقیدہ و عمل میں فساد در آتا ہے اور کئی باران فاسد عقائد کی وجہ سے انسان کو دینی و دنیاوی نقصان بھی برداشت کرنا پڑ سکتا ہے مگر جب کوئی مختصر تفسیری حواشی تیار کرے گا تو وہ کوشش کرے گا جو کچھ قرآن میں بیان کردو نکات میں بس اسی پر اعتماد کرتے ہوئے بہترین نکات ذکر کیے جائیں، اس سے باطل عقائد پر مشتمل نظریات سے بھی خلاصی مل جائے گی۔ (87)

تیسرا فائدہ: موضوع روایات سے اجتناب کرنا

۔ اسی طرح جو شخص مختصر تیار کر رہو گا تو وہ تفسیری روایات میں اسرائیلی روایات، موضوعہ احادیث جھوٹی اخبار اور اقوال شاذہ سے بھی مکمل اجتناب کرے گا جو کہ عام طور پر مطولات میں موجود ہوتی ہیں مگر مختصرات ان تمام چیزوں سے محفوظ و موصون ہوتی ہیں۔ (88)

چوتھا فائدہ: حفظ میں سہولت

مختصرات سے چوتھا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ مختصرات کو یاد کرنا آسان ہوتا ہے بہ نسبت مطولات کے، کیونکہ مطولات کے مسائل کو حفظ کرنا نہایت مشکل امر ہوتا ہے اور رہی بات مختصرات کی تو وہ بہ آسانی یاد ہو جاتی ہیں، مثلاً امام ابن بی جمرہ (89) اپنی مختصر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

> ورأيت الهمم قد قصرت عن حفظها مع كثرة كتبها من اجل اسانيدها، فرأيت ان اخذ من اصحها كتابا اختصر منه احاديث بحسب الحاجة اليها، واختصر اسانيدها ما عدا راوي الحديث فلا بد منه، فيسهل حفظها، وتكثر الفائدة فيها ان شاء الله - (90)

اسی طرح امام المنذری اپنی مختصر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

> " فهذا كتاب اختصرته من صحيح الامام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري اختصارا يسهله على حافظيه، ويقربه للمناظر فيه . (91)

پانچواں فائدہ: مقصد پر اعتماد

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ طوالت کی وجہ سے قاری کا ذہن مقصودی معنی کے ادراک اور ضروری کلام کے فہم سے قاصر ہو جاتا ہے، اس لیے کہ مطولات جن تفصیلات و تشریحات پر مشتمل ہوتی ہیں وہ عام قاری کے مسائل سے دور ہو جاتی ہیں، اسی وجہ سے وہ ان کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے جبکہ مختصرات میں مقصودی معنی کا ادراک بھی حاصل ہو جاتا ہے اور کلام کی تفہیم بھی بظاہر آسان ہو جاتی ہے۔

چھٹا فائدہ: عمدہ دلائل

اکثر مختصرات میں صحیح اقوال کو منقول کیا جاتا ہے، قوی دلائل کو ذکر کیا جاتا ہے، عمدہ مسائل کو تحریر کیا جاتا ہے، جبکہ مطولات میں اس طرح کے امور پیش نظر نہیں ہوتے اس حوالہ سے ابن القیم تہذیب السنن میں امام المنذری سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> قد احسن في اختصاره وتهذيبه، وعزو احاديثه، ايضاح علله وتقريبه فاحسن حتى لم يكد يدع للاحسان موضعا، وسبق حتى جاء من خلفه له تبعا ـ " (92)

ساتواں فائدہ: وقت کی حفاظت

مطولات میں چونکہ کئی مسائل کا بار بار تکرار ہوتا ہے، یا پھر ان کی طوالت کی وجہ سے ان کو پڑھنے میں دقت ہوتی ہے، یا پھر مطولات کی طوالت کی وجہ سے بعض لوگوں کو اس کے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، جبکہ اس کے مقابلے میں مختصرات کو پڑھنے سے کئی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ چند ہی دنوں میں اس مختصر کو پڑھ لیا جائے جبکہ مطولات کے مطالعہ میں کئی عرصہ لگ جاتا ہے۔ (93)

آٹھواں فائدہ: حجم میں کمی

مختصرات کے حجم کے کم ہونے کی وجہ سے ان کو متفرق مکانوں اور جگہوں پر منتقل کرنا بھی آسان ہوتا ہے، بلکہ اختصار کی وجہ سے صاحب مطالعہ اس کو اپنے ضروری سامان کے ساتھ بہ آسانی رکھ سکتا ہے جبکہ مطولات کا حجم بہت زیادہ ہوتا ہے مکمل کتاب کو ساتھ رکھنے کے لیے اضافی مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے، اسی وجہ سے سفری حالت میں صاحب مطالعہ کے لیے مختصرات نہایت مفید کار آمد ثابت ہوتی ہیں۔ (94)

نواں فائدہ

طوالت پر مشتمل کتب تفسیر میں ایک نقص یہ رہ جاتا ہے کہ قاری کے لیے اس سے کسی حاصل شدہ مفہوم کو اخذ کرنا نہایت مشکل امر ہو جاتا ہے کیونکہ کثرت اقوال کی وجہ سے اس کا ذہن الجھ کر رہ جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ معانی مقصودہ تک رسائی نہیں کر پاتا، اور قرآن پاک۔ کے معانی کے حفظ کرنے میں اس کو دقت ہوتی ہے جبکہ مختصرات پر مشتمل کتب تفسیر بہ آسانی یاد بھی ہو جاتی ہیں اور قرآنی مطالب کی تقسیم بھی بالکل سہل ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں قرآن فہمی کو فروغ ملتا ہے۔

دسواں فائدہ

مختصرات تیار کرنے کا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ قاری جب تفسیر قرآن کے مختصر اشارات کو اپنے لیے مفید سمجھتا ہے تو پھر اس کو مزید طلب علم کی آرزو پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اس کا علم ارتقاء پذیر ہوتا ہے اور تدریجا وہ اپنے علم میں اضافہ کرتا رہتا ہے، یوں مختصر کتب کے مطالعہ سے اس کا ذہن مطولات کے مطالعہ کا بھی عادی ہو جاتا ہے۔(95)

گیارہواں فائدہ

مختصر کتب کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس میں ایک خاص موضوع پر تمام جہات جمع کر لی جاتی ہیں اور اس خاص جہت کے حوالہ سے ممکن الحد تک تمام معلومات مل جاتی ہیں، یوں ایک ہی کتاب میں یا پھر ایک ہی باب میں ایک موضوع کے متعلق اس کے اہم پہلوؤں کو جمع کر دیا جاتا ہے جیسا کہ تاج الدین الحنفی نے کیا اور ابن حیان نے البحر المحیط میں زمخشری اور ابن عطیہ کے نحو و اعراب کے اختلافی مسائل کو جمع کر دیا ہے۔ (96)

بارہواں فائدہ

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کتاب کا مختصر تیار کیا جاتا ہے، اس کی بہ نسب یہ مختصر زیادہ بہتر ہوتی ہے کیونکہ اس کی ترتیب اچھی ہوتی ہے، اس کا مصنف اصل کتاب کے مولف کی بہ نسبت زیادہ ذی علم ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس کی ترتیب و تبویب اصل کی بہ نسبت زیادہ افضل و اعلی ہوتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

اختصار فی التفسیر کے نقائص و عیوب

گزشتہ اوراق میں اختصار کے فوائد جس طرح بیان ہوئے اسی طرح اختصار کے کچھ نقائص اور عیوب بھی ہیں کیونکہ بعض ائمہ و علماء کے ہاں عمل اختصار میں شر اور نقص موجود ہے اسی وجہ سے وہ اس عمل کو درست نہیں سمجھتے ذیل میں ان نقائص میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلا نقص

مختصر کتب میں پہلا نقص یہ ہوتا ہے کہ ان کتب کے سمجھنے میں بڑی دقت و مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے بلکہ کئی کتب میں تو ایجاز و اختصار کا اتنا اہتمام کیا گیا ہوتا ہے کہ ان کی عبارت کی تقسیم ہی مشکل ہو جاتی ہے بھی لوگ تو ان کتابوں کے مفاہیم کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے جس کے گیا ہوتا نتیجے میں اس کتاب میں بیان کردہ مفہوم تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی، یہی وجہ ہے کہ کئی علماء نے پھر اس طرح کی کتب پر حواشی لگائے، شروحات کیں، ان پر تعلیقات کا اضافہ کیا یہاں تک بعض مختصر کتابوں کی شروحات و حواشی اور تعلیقات کی تعداد تو پچاس سے بھی اوپر ہے (97)، اب اصول یہ ہے کہ جب بھی کوئی کتاب تحریر کی جائے تو اس کا اسلوب یہ ہونا چاہیے کہ اس سے مفہوم کی تقسیم بہ آسانی ممکن ہو سکے، بذات خود اس کے مفہوم کی سمجھ کے لیے کسی شرح و حواشی اور تعلیقات کی ضرورت نہ ہو، جبکہ کتنی مختصرات ایسی ہیں جن کی تقسیم کی شرح و حواشی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔(98)

دوسرا نقص

اکثر مختصرات ایسی ہیں جن میں علم تحقیق، اور بحث و نظر کے اصولوں کی رعایت نہیں کی گئی ہے، بلکہ یہ کتب بحث و تالیف کے اصولوں کے خلاف ہیں، حالانکہ مختصرات میں بھی بحث و تالیف کی اصولوں کی اسی طرح رعایت ضروری ہے جس طرح مطولات میں ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ ان مختصرات کے مطالعہ کے درمیان انسانی ذہن میں کئی طرح شبہات و اعتراضات پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان صاحب مختصر کے بارے میں کسی وہم و وسوسہ کا شکار ہو جائے جس سے مختصر کے مقصود میں ضرور خلل واقع ہو گا لہذا اس اصول کے پیش نظر

مختصر کرنے کا یہ نقصان سامنے آتا ہے، اس نقصان سے بچنے کے لیے مختصر کی اجازت ہی نہ دی جائے۔ (99)۔ اس حوالہ سے شوکانی اپنے زمانہ کے مختصرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> قد جعلوا غاية مطالبهم، ونهاية مقاصدهم العلم بمختصر من مختصرات الفقه التي هي مشتملة على ما هو من علم الراى والروایة، والراى اغلب، ولم يرفعوا الى غير ذلك راسا من جميع انواع العلوم، فصاروا جاهلين بالكتاب والسنة وعلمهما جهلا شديدًا، لانه قد تقرر عندهم أن حكم الشريعة منحصر في ذلك المختصر، وان ما عداه فضلة او فضول، فاشتد شغفهم به وتكالبهم عليه، ورغبوا عما عداه ، وزهدوا فيه زهدا شديدًا۔ (100)

تیسرا نقص

کتب تعمیر کو ختصر کرنے کا ایک نقصان یہ ہوا کہ ان مختصرات میں اسانید کو نذ کر دیا جاتا ہے، راویوں پر جرح وتعدیل کو چھوڑ دیا جاتا ہے روایات کی علل سے یکسر منہ موڑ لیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں ضعیف و موضوع روایات کا صحیح وحِن روایات کے ساتھ شدید اختلاط ہو گیا۔ اب ان مختصرات میں صحیح وسقیم کی معرفت نہ ممکن ہو جاتی ہے، اس لیے کہ اسانید کو مختصر کرنے سے لوگوں پر راویوں کو التباس ہو جاتا ہے صحیح وفاسد ہر طرح کے قول کو شاید ذکر کر دیا جاتا ہے مختصرات میں عجیب و غریب زکات کی تلاش میں حق و باطل کی معرفت مشکل ہو جاتی ہے اس لیے مختصر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ اولٹا نقصانات ہیں اس لیے مختصر تیار ہی نہیں کرنا چاہیے۔ (101)

چوتھا نقص

مختصرات تیار کرنے کی نفسیات نے خلف کو سلف کی کتب پر جری کر دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہیں ان کی کتب میں تحریف و تبدیلی کر کے پنی مرضی سے جس طرح چاہئے تیار کر لیں اس میت کے لہجے میں باتین کی ت میں مل تر و قیر دنیاویادر کتب میں ایسی الماس مباحث وعبارات ہو گیا، اور یہ بھی ہے کہ اس اجازت سے ایسے لوگوں کو بھی اختصار کرنے کا داعیہ مل جاتا ہے جنہیں اسلاف کے طریق علم کی خبر بھی نہیں ہوتی پھر بھی وہ ان کے مختصرات تیار کرنے میں لگ جاتے ہیں جس کے نتیجے میں مصنف ومولف کے مقصود میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ (102)

پانچواں نقص

مختصرات پر اعتماد کرنے کا ای نقص یہ بھی ہے کہ متبدی پر مباحث خلط ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ الفاظ کے معانی کو یاد کرنے اور عبارت کی مشکلوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے، آخر کار وہ علم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اسی طرح مطولات کے مطالعہ سے جو اس کو ملکہ علمیہ حاصل ہونا تھا اس سے بھی قاصر ہو جاتا ہے، کیونکہ کثرت تکرار سے چیز اس کے ذہن میں جاگزیں ہو جاتی ہے (103)، اس حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے شوکانی کہتے ہیں:

> ولا تقتصر على المختصرات، فقد يكتفي مولفوها بقول فرد من افراد الجرح والتعديل، بل يتوسع في هذا العلم بكل ممكن(104)

چھٹا نقص

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مختصرات پر اعتماد کرنے کی وجہ سے انسان کی خود دار صلاحیتیں دب جاتی ہیں، اس میں وسعت فکری کا فقدان ہو جاتا ہے مختصرات تیار کرنے والا مستقل تصنیف وتالیف کرنے سے عاجز آجاتا ہے، بس یہ دوسری کی کتب کی طرف مجبور رہتا ہے، ایسی صورت میں اس کا عمل تقلیدی ہوگا تخلیقی حقیقی نہ ہوگا لہذا مختصرات کے تیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (105)

ساتواں نقص

کسی مطول کتاب کا مختصر تیار کرنے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ جس کتاب کا مختصر تیار کیا جا رہا ہے ممکن ہے اس فقہی پہلوؤں زیادہ ہوں یا لغوی مباحث زیادہ ہوں جو اس کتاب کو دیگر کتب سے ممتا کر رہی ہوں گی، اب اگر مختصر تیار کرنے والا اس کے ان پہلوؤں کو نظر انداز کر دے تو کتاب کا مقصود معکوس ہو کر رہ جائے گا۔([106])

آٹھواں نقص

مختصرات کا یہ بھی نقصان ہے کہ جب کوئی طالب علم مختصرات کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ ان اصولوں سے نا آشنا رہتا ہے جو مطولات میں بیان کیسے ہوتے ہیں، کیونکہ مطولات میں اصولوں کو کامل طریقے سے ذکر کیا جاتا ہے تو طالب علم مختصرات پر اعتماد کرنے کی وجہ سے ان قواعد سے بے خبر رہتا ہے جس کے نتیجے میں وہ سابقین کی کتب کے مطالعہ سے خود کو عاری پاتا ہے، اور اس پر کئی مصطلحات مخفی رہتی ہیں، اور حقیقتوں کے ادراک سے بھی لاعلم ہو جاتا ہے۔([107])

نواں نقص

بعض مختصرین ایسے بھی ہوتے ہیں جو اچھے طریقے سے مختصر تیار نہیں کر پاتے یا تو اس لیے کہ ان کے اندر مطلوبہ صلاحیت و اہلیت نہیں ہوتی یا پھر بحث و نظر کے قواعد سے انہیں واقفیت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے وہ مصنف کے مقصود و مطلوب میں تحریف، تبدیل تلفیق، تغییر جیسی صریح اغلاط کر بیٹھتے ہیں، اصل کتاب کا مصنف اپنی کتاب تحریر کرتے ہوئے بسا اوقات یہ شرط عائد کر دیتا ہے کہ وہ صحیح احادیث کو ذکر کرے گا. موضوع وضعیف روایات سے اجتناب کرے گا، اصل کتاب سے اسرائیلیات کو حذف کر دے گا، اور باطل روایات کو ذکر نہیں کرے گا مگر مختصر تیار کرنے والا اس معاملہ میں اس قدر مبالغہ کرتا ہے کہ جس سے مقصود ہی فوت ہو جاتا۔([108])

خلاصہ بحث

اختصار فی التفسیر اردو تفسیری ادب میں ایک اہم مقام رکھتا ہے جس سے تفسیری متون کو زیادہ قابل فہم اور عوام الناس کے لیے مفید بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے فوائد اور نقائص دونوں موجود ہیں، جنہیں مد نظر رکھتے ہوئے اس روایت کو استعمال کرنا چاہیے۔ اختصار کے اصول وضوابط اور اسباب کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ علمی دیانتداری کے ساتھ تفاسیر کو مختصر کیا جا سکے۔ اس مضمون میں اس موضوع پر جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے، جو کہ علماء اور طلباء کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات(References)

[1] ـ ۴/۹۰۱) مادة: (خصر) ج ۴، ص: ۲۳۳ : لسان العرب، محمد بن مكرم بن على أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعي الإفريقي (المتوفى:۷۱۱هـ)، الناشر : دار صادر بيروت الطبعة: الثالثة هعدد الأجزاء :

2 ـ (٦/۴٦۷ (مادة: (خصر) ، ج : ۱۱ ، ص: ۱۷۳ ، تاج العروس من جواهر القاموس المؤلف: محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسيني، أبو الفيض، الملقب بمرتضى الزبيدي (المتوفى : ۰ هـ)، الناشر : دار الهداية

[3] ـ ص 60

[4] ـ (عبدالعلى بن محمد بن حسين البر جندى، فقيه اصولى، له : شرح مختصر المنار ، وشرح النقاية، وشرح آداب عضد الدين، توفي سنة هـ)انظر : كشف الظنون ص ۴١، ٣٩٢، ١٢٩٦ ، ومعجم المؤلفين / برقم ۷۴١۴

[5] ـ (الملخص في الهيئة المحمود بن محمد الخوارزمى، و شرحه لقاضى زاده (انظر : كشف الظنون (١٨١٩/٢—١٨٢٠)

[6] ـ (كشف اصطلاحات الفنون) ٢/٢١)

[7] ـ ص 11 حاشية الروض المربع (١/۴٥)

[8] ـ حاشية اعانة الطالبين عمل حمل الفاظ فتح المعين (١/٢٣)

[9] ـ المصدر السابق (١/٢۴٢٣)

[10] ـ

[11] ـ ايضاً: (١/١٠١، ١٠٣)

12 ـ المغنى مع الشرح الكبير (١/۴)

[13] ـ محمد بن الحسن بن عبد الله الزبيدي الاندلسي، من الائمة في اللغة والشعر ، له : الواضح في النحو ، واختصار العين توفى سنة ٣۷٩هـ (انظر : جذوة المتقبس ص ۴٦ ، و معجم الادباء ٦/٢٥١٨)

[14] ـ الخليل بن احمد الفراهيدي الازدى اخذ علم النحو عن ابي عمرو بن العلاء ، واخترع علم العروض و اوزان شعر العرب، وهو أول من صنف اللغة على حروف المعجم له كتاب العين، ومعانى الحروف، والعروض، وغيرها، توفى سنة ٠ هـ (انظر : تاريخ العلماء النحويين ص ١٢٣ ١٣۴ برقم ۴٠ ، واشارة التعيين ص ١١۴ برقم (۷١)

[15] ـ مختصر العين (۴١)

[16] ـ (١٥/٦٣) مادة: (حذب)

[17] ـ (٢/۴٨٨) مادة: (حذب)

[18] ـ محمود بن احمد الزنجاني برع في الخلاف والاصول، تولى القضاء، له: السحر الحلال، وتهذيب الصحاح، وتفسير القرآن، قتله التتار سنة هـ (انظر: طبقات الشافعية الكبرى ٨/٣٦٨ ، وطبقات الشافعية للاسنوى (٢/١٥)

[19] ـ ص 3ـ4

[20] ـ يوسف بن دو ناس المغربي الفندلاوى، خطيب بانياس في الشام ، كان كريم حسن المفاكهة قوى القلب، قتل سنة ٥۴٣ھ في حرب الفرنج بدمشق (انظر: سير اعلام النبلاء، ٢٠٩/٢٠ ٢١٠ ، وشذرات الذهب (۴/١٣٦)

[21] ـ ص 6

[22] ـ أيوب بن موسى الحسيني الكفوى، طلب العلم وتفقه على مذهب أبي حنيفة وتولى قضاء الاستانة والقدس، له: الكليات وشرح البردة، وتحفة الشاهان بالتركية، توفى سنة ١٠٩ هـ (انظر : ايضاح المكنون (١/٢٥١ ، والاعلام ٢/٣٨)

[23] ـ الكليات ص (٣٠٩٣٠٨)

[24] ـ يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف الدمشقى الشافعي، حفظ القرآن وطلب العلم حتى برع في علم الحديث والرجال له تهذيب الكمال، وتحفة الاشراف، توفى سنة هـ) (انظر: تذكرة الحفاظ ۴/١۴٩٨ . ١٥٠٠ برقم ١۴٦ ١١٠ وطبقات الشافعية لابن قاضي شهبة ٢/١۴۷ ١۴٩ برقم ٦٣١)

[25] ـ عبد الغني بن عبد الواحد بن على المقدسي، سمع الكثير بدمشق وبيت المقدس ومصر والعراق وغيرها، له تصانيف كثيرة نافعة، منها: الاحكام الكبرى، والاحكام الصغرى، والكمال في أسماء الرجال، توفى سنة ۰۰ هـ (انظر: سير اعلام النبلاء ۴۷۱۲۱/۴۴۳، وذيل طبقات الحنابلة لابن رجب ۵/۴ ۳۴ برقم ۲۱۴)

[26] ـ انظر: قواعد الاختصار المنهجي، مجلة البحوث الاسلامية ،ع (۵۹)، (ص ۳۵۴)

[27] ـ (۲۶۰/۱۲) مادة: (لخص)

[28] ـ (۳۵۵/۹) مادة: (لخص)

[29] ـ (۲۷۳/ ۱۴) مادة: (نقا)

[30] ـ (۲۵۹/۲۰) مادة: (نقو)

[31] ـ (۳۷۰/۳۷۱۷) مادة: (صفا)

[32] ـ الحسين بن محمد بن على الاصبهاني، كان عالما بالتفسير والحديث، له: التفسير، والمسند، و مفردات القرآن، وغيرها، توفى سنة هـ (انظر: طبقات المفسرين للداودى ۱۵۷/۱ برقم ۱۵۳، وطبقات المفسرين للادنه وى ص ۱۶۸ ۱۶۹ برقم (۲۰۸)

[33] ـ تاج العروس (۲۰۱/۱۹) مادة: (صفو)

[34] ـ المناهج والأطر التاليفية ()

[35] ـ مقدمة الوجيز (۱/۸۷)

[36] ـ احياء علوم الدين (۱/۴۴)

[37] ـ قواعد الاختصار المنهجي، مجلة البحوث الاسلامية ،ع (۵۹)، (ص ۳۵۲۳۴۷)

[38] ـ مصطفى بن عبد الله القسطنطيني، تركي الاصل مستعرب، تولى اعمالا كتابية في الجيش العثماني، ورحل إلى بلاد كثيرة، وزار خزائن الكتب الكبرى، ثم انقطع آخر حياته لتدريسالعلوم، له: كشف الظنون، وتحفة الكبار، وتقويم التواريخ، وغيرها، توفي سنة ۰ هـ (انظر: الاعلام ۲۳۶۰۲۳۷/۷)، ومعجم المؤلفين ۸۷۰/۸۷۱۳ برقم ۱۷۰۰۴)

[39] ـ تغير الفخر الرازي، والذي تسمى ايضا " مفاتيح الغيب

[40] ـ كشف الظنون (۱۸۶/۱۸۷۱)

[41] ـ تفسير الخازن (۳/۱)

[42] ـ مثل كتاب "تيسير الرحمن الرحيم في اختصار تفسير القرآن العظيم لمحمد بن رياض الاحمد السلفي

[43] ـ محمد بن احمد بن عبد الرحمن بن صمادح التجيبي، كان من اهل العلم والادب والفضل، له: اختصار في غريب القرآن من تفسير الطبري، توفى سنة هـ (انظر: التكلمة لكتاب الصلة / ۳۸۳، ومعجم المؤلفين (۳۶۲/۳)

[44] ـ انظر: مقدمة "مختصر من تفسير الطبرى"

[45] ـ احمد بن عبد القادر بن احمد بن مكتوم القيمي الحنفى، لزم ابا حيان دهرا طويلا، تقدم في الفقه والنحو واللغة، له: الدر النقيط، والجمع المتناه في اخبار النحاه، توفي سنة ۷۴۹ (انظر: الدر الكامنة / ، وبغية الوعاة /)

[46] ـ انظر: مقدمة الدر الملقيط، الموجود على حاشية البحر المحيط (۱۲۴/۱)

[47] ـ احمد بن عمار بن ابى العباس المهدوى، المقرئ النحوى المفسر، كان مقدما في القراءات والعربية، اصله من المهدية من بلاد القيروان ودخل الاندلس وصنف كتبا مفيدة منها: التفسير وشرح كتاب الهداية في القراءات، توفى سنة ۴۴۰هـ (انظر: اشارة التعيين ص ۴۲ برقم ۲۹، وشجرة النور الزكية (۰/)

[48] ـ كشف الظنون (۴۶۲/۱)

[49] ـ التهانوی محمد علی کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ج ۱، بیروت: مکتبة لبنان ناشرون، ۱۹۹۶ء، ص ۴۹۱

[50] ـ (سورة المدثر ۷۴: ۳۴)

[51] ـ ایضا ص ۴۹۱

[52] ـ ابن منظور افریقی محمد بن مکرم بلسان العرب، مصر: مطبعة المیریه، بولاق، ۱۳۰۰، ج ۶ ص ۳۶۱۔

[53] ـ علی بن سلیمان العبید تفسیر القرآن العظیم، ریاض: مکتبة التوبة، ۲۰۱۰، ج ۱۶۔

[54] ـ الزرکشی، بدر الدین البرهان في علوم القرآن تحقیق ابو الفضل ابراهیم، قاہرہ: مکتبه دار التراث، ۱۹۵۷، ص ۱۳۔

[55] ـ آلوسی، روح المعانی، علامه آلوسی، ج ص ۴۔

[56] ـ السیوطی، جلال الدین الاتقان فی علوم القرآن، ج ۴، ص ۱۹۴

[57] ـ ابن تیمیه، احمد بن عبد الحلیم، مقدمه في اصول التفسیر، قطر: وزارة الاوقاف والشؤن الاسلامیه، ۲۰۰۹ء، ص ۳۲۔

[58] ـ الذہبی محمد حسین، التفسیر والمفسرون، قاہرہ: مکتبه وہبه دے، ج ۱، ۲۰۰۰، ص ۳۰

[59] ـ السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن بھی ۲۲۶۷۔

[60] ـ الزہبی، محمد حسین، التفسیر المفسرون، ص29

[61] ـ محمد بن مکرم بن علی الانصاري برع في العربية والتاريخ، وله مصنفات كثيرة اعليها مختصرات لكتب من سبقه، ومن كتبه: لسان العرب و مختصر تاريخ دمشق و مختصر العقد الفريد، توفي سنة ۷۱۱ (انظر: فوات الوفيات ۵۲۴/۵۲۵۲ برقم ۴۵۱ و شذرات الذهب (۲۶/۲۷۶)

[62] ـ الدرر در را کامریه (۴/۲۶۳)

[63] ـ سير اعلام النبلا (۱/۴۶)

[64] ـ تذكرة السامع والمتكلم (ص (۲۲)، وقواعد الاختصار المنهجي، مجلة البحوث الاسلامية، ع (۵۹)، (ص ۳۵۸)

[65] ـ التعليم والارشاد (ص ۱۵۱ ۱۵۳)

[66] ـ مقدمه محقق سير اعلام النبلا (۱/۴۶)

[67] ـ عثمان بن عمر المالكي، برع في القراءات والفقه والأصول العربية، له الجامع بين الامهات، والكافية في النحو، والشافية في الصرف، وغيرها، توفي سنة هـ (انظر: الديباج المذهب ص ۲۸۹، وشجرة النور الزكية ص)

[68] ـ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب (ص ۲۲۹)

[69] ـ الاختصار في التفسير، ص: ۵۵

[70] ـ (1/111)

[71] ـ (1/2)

[72] ـ مختصر تفسير القرطبی (۱/۳)

[73] ـ عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله آل سعدی التميمي، من منطقة القصيم، برع في علوم كثيرة، ودرس في عنيزة حتى وفاته، له: تيسير الكريم الرحمن، والقواعد الحسان، وتوضيح الكافية الشافية، وغيرها، توفي سنة ۱۳۷۲ هـ (انظر: علماء نجد خلال ثمانية قرون ۳/۲۱۸ ۲۵۳برقم ۳۲۱، وترجمة تلميذه في مقدمة تفسيره ۵/۹۱)

[74] ـ وهو: تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان

[75] ـ تيسير اللطيف المنان (ص ۶)

[76] ـ منهجية البحث العلمی وضوابطه فی الاسلام (ص ۱۴۷)، وقواعد الاختصار النحجي مجلة الحوث الاسلاميه ع (۵۹)، (ص ۳۷۴ ۳۷۵)

[77] ـ قواعد الاختصار المنهجي، مجلة البحوث الاسلامية، ع (۵۹)، (ص ۳۷۶)

[78] ـ المصدر السابق (۳۷۴)

[79] ـ المصدر السابق، واخطار على المراجع العلمية (ص (۶۵)

[80] ـ مقدمة ابن خلدون (۲/۲۳۱)

[81] ـ قواعد الاختصار المنهجي، مجلة البحوث الاسلامية، ع (۵۹)، (ص ۳۷۴)

[82] ـ المصدر السابق (ص ۳۷۳)

[83] ـ المصدر السابق (ص ۳۷۵)

[84] ـ المصدر السابق (ص ۳۷۶۳۷۵)

[85] ـ المصدر السابق (ص ۳۷۶)

[86] ـ المصدر السابق (ص ۳۷۴)

[87] ـ مثل تفسير البيضاوي مختصر الكشاف. فقد ازال الامام البيضاوى الى حد كبير الاعتزاليات التي حواها الكشاف.

[88] ـ مثل تفسير البغوى مختصر تفسير الثعلبي، ومختصر تفسير البغوى للدكتور: عبد الله الزيد، ومختصر تفسير الخازن لعبد الغنى الدقر.

[89] ـ عبد الله بن سعد بن ابي جمرة الاندلسي، كان محدثاً مفسرا مؤرخا له: مختصر صحيح البخاري، والمرائى الحسان، والتفسير، توفي سنة هـ (انظر: البداية والنهاية /، ونيل الابتهاج ص۲۱۶ برقم ۲۳۵)

[90] ـ (ص ۱۶)

[91] ـ (۸/۱۰۱)

[92] ـ تهذيب السيرة النبوية لعبد السلام هارون (ص ۱۵)

[93] ـ تهذيب السيرة النبوية لعبد السلام هارون (ص ۱۵)

[94] ـ قواعد الاختصار المنهجي، مجلة البحوث الاسلامية، ع (۵۹)، (ص ۳۶۸)

[95] ـ مقدمة المحلى لابن حزم (۲۱/۱)، ودفاع عن ظاهرة المتون، مجلة الدارة ۳ (۷) (ص ۱۴۳)

[96] ـ في كتابه: الدر اللقيط.

[97] ـ مقدمة ابن خلدون (۲/۱۹۴)، وكشف الظنون (۱۸۶/۱ ۱۹۴)

[98] ـ المناهج والأطر التاليفية (ص)

[99] ـ اخطار على المراجع العلمية (ص ، ۸۲۸۰) والتعليم والارشاد (ص (۴۱)

[100] ـ ادب الطلب (ص (۵۹)

[101] ـ الاتقان في علوم القرآن (۲/۵۳۸)

[102] ـ اخطار على المراجع العلمية (ص (۸۱)، وقواعد الاختصار المنهجي، مجلة البحوث الاسلامية، ع (۵۹)، (ص ۳۷۳۳۷۲)

[103] ـ مقدمة ابن خلدون (۲۹۵۲/۶۹۴)

[104] ـ ادب الطلب (ص (۲۰۲)

[105] ـ النبوغ المغربي (۲۴۹/۱ ۲۵۰)، واخطار على المراجع العلمية (ص ۷۹۷۸)

[106] ـ قواعد الاختصار المنهجي، مجلة البحوث الاسلامية، ع (۵۹)، (ص ۳۷۰)

107 ـ اخطار على المراجع العلمية (ص ۸۳۸۴)

[108] ـ الردود (ص ۱۵۷)، واخطار على المراجع العلمية (ص ۳۵ ۴۴)